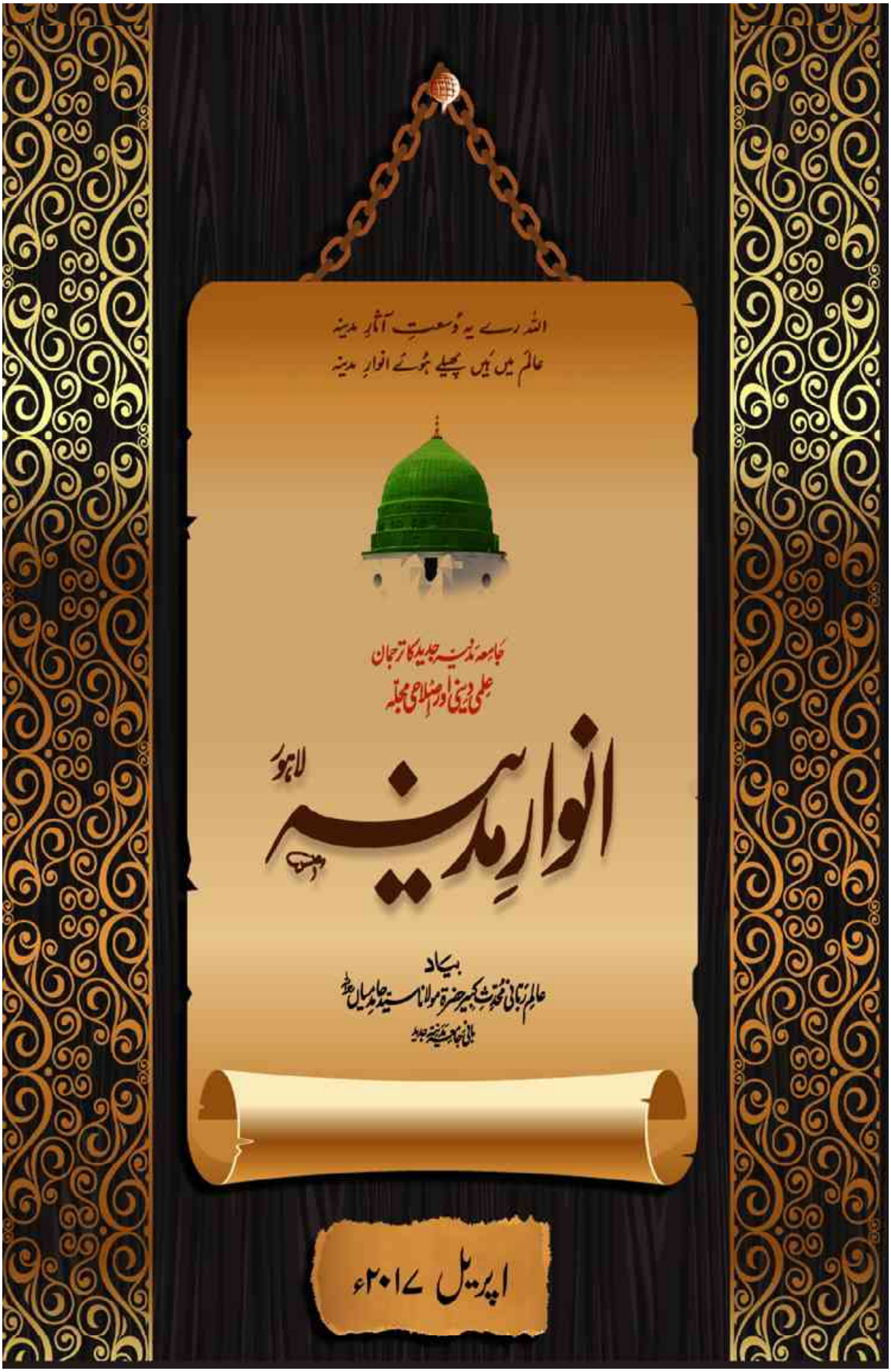

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
اپریل ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۴	رجب المرجب ۱۴۳۸ھ / اپریل ۲۰۱۷ء	جلد : ۲۵

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۱۰
حیاتِ مسلم	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب	۱۲
معراجِ جسمانی ..... ایک ناقابلِ انکار حقیقت	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی	۲۲
شبِ معراج (نظم)	جناب احسان دانش مرحوم	۳۳
تبلیغ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی	۳۵
فضائلِ وضو اور اُس کی برکات	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	۳۹
جامعہ جدید میں تکمیل بخاری کے موقع پر بیان	حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب	۴۴
فضیلت کی راتیں	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۴
اخبار الجامعہ	مولانا انعام اللہ صاحب	۶۲
صد سالہ عالمی اجتماع بسلسلہ تاسیس جمعیۃ		۶۴

﴿ ایک ضروری اعلان ﴾

یکم اپریل ۲۰۱۷ء/ رجب ۱۴۳۸ھ تا ۲۵ مئی ۲۰۱۷ء/ شعبان ۱۴۳۸ھ

جامعہ کے ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا خالد محمود صاحب مدظلہم

فلکیات (علم الھیئة) کے اسباق پڑھائیں گے اِنشاء اللہ

کتب : تصریح، شرح چغمینی، بست باب، فہم فلکیات (از مولانا شبیر احمد صاحب کاکاخیل)

وقت : صبح 7 بجے تا 10 بجے

نوٹ : حجة اللّٰہ البالغة اور عبقات کے اسباق بھی رجب و شعبان میں جاری رہیں گے

منجانب : دفتر تعلیمات جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور

رابطہ نمبر : 0321 - 4287803

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

اپنے وطن سے محبت ایک قدرتی امر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی ذاتی ضرورتوں پر ملکی ضرورتوں کو مقدم رکھیں اور اِس پر پوری طرح سے عمل تب ہی ممکن ہوتا ہے جب مذہبی اعتبار سے قوم کی بنیاد متعین بھی ہو اور مضبوط بھی ۔ اس اصول کی اہمیت اور ضرورت پر ہر دانشمند ملک کی مقتدرہ قوتوں کو ہمیشہ سے توجہ دلاتا چلا آرہا ہے۔

ہماری دانست میں پہلی بار اِسی اصول کی اہمیت کے احساس سے لبریز ایک تحریر ہماری نظر سے گزری جو افواجِ پاکستان کے سابق سالارِ اعظم جنرل اسلم بیگ کے قلم سے ''ہماری پراگندہ سوچ کے منفی اثرات'' کے زیرِ عنوان صادر ہوئی جس میں اُنہوں نے رسمی اور غیر ضروری مصلحتوں کی پروا کیے بغیر اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے اپنے اندر کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے، خطرات میں گھرے وطنِ عزیز کی اگلی نسلوں کو درست سمت پر لانے کے لیے جو تجاویز پیش کی ہیں وہ بہر حال قابلِ قدر ہیں۔

کیا اچھا ہوتا کہ ریٹائر ہونے سے پہلے اِن پر عمل درآمد کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہوتی تو علماءِ اُمت کی فکر سے ہم آہنگ یہ تجاویز تازہ دم گھوڑے کی ایسی جست ہوتی کہ اُس کے بعد کی ہر منزل آسان ہوتی چلی جاتی مگر افسوس گزرا وقت ہاتھ نہیں آتا۔

ہم چاہیں گے کہ اپنے قارئین کو بھی اِس تحریر سے مستفید ہونے کا موقع دیں اگرچہ اِس میں مذکور ہر بات سے ادارہ اتفاق نہ بھی رکھتا ہو۔

☆☆☆

''ہم بظاہر اپنے ہی آپ سے حالتِ جنگ میں ہیں کیونکہ یہ ہماری پراگندہ سوچ ہے جو ہمارے معاشرتی نظام میں گہری تفریق کا باعث ہے۔۱۹۵۸ء میں جب خان آف قلات نے اپنے سیاسی حقوق کے مطالبات کیے تو اُن کے اِس احتجاج کو بغاوت کا نام دے کر اُن کے خلاف لشکر کشی کی گئی، اسی طرح بلوچستان کے دیگر قبائل کے خلاف فوج کشی کا یہ عمل پانچ مرتبہ دہرایا جا چکا ہے اور ۲۰۰۵ء سے اب تک سوات، دیر، باجوڑ، وزیرستان اور فاٹا کے علاقوں میں عسکری قوت کے ذریعے سیاسی مسائل کو سلجھانے کی کوششیں کی جارہی ہیں کیونکہ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہی احتجاج اگر پنجاب اور سندھ کے عوام سڑکیں بلاک کر کے دھرنے دے کر یا شہر و بازار بند کر کے کرتے ہیں تو اُن کے خلاف فوج استعمال نہیں کی جاتی جبکہ قبائل کے احتجاج کا طریقہ مختلف ہے کہ وہ ہتھیار اُٹھا کر پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں تو اسے بغاوت کے معنی پہنا دیے جاتے ہیں اور پھر اِن سے نپٹنے کے لیے بات چیت اور افہام و تفہیم کے تمام راستے بند کر کے فوجی طاقت استعمال کی جاتی ہے، یہی وہ اُلجھاؤ ہے جسے ہم سلجھا نہیں پا رہے ہیں۔ اتنا ہی کیا کم نہ تھا کہ حکومت نے مخالف طبقات کے خلاف پابندیاں لگانا شروع کر دیں جن کی تعداد اب درجن سے زائد ہو چکی ہے، انہیں کالعدم قرار دیتے ہوئے اُن سے مذاکرات اور بات چیت کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں ایسے عناصر اب ملک بھر میں پھیل کر خون خرابہ کر رہے ہیں۔ یہ ابتر صورتِ حال نہ صرف ہمارے اعصاب پر سوار ہے بلکہ ہمارے دشمنوں کو ہماری قومی سلامتی کے خلاف سازشوں کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

ترکی کے صدر نے اپنے حالیہ دورہ پاکستان کے موقع پر خبردار کیا تھا کہ پاکستان کی سلامتی کو فتح اللہ گولن طرز کے خطرات کا سامنا ہے جس سے نمٹنے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات اُٹھانے کی ضرورت ہے۔

واشنگٹن کے مشرق قریب کے بارے پالیسی ساز ادارے کے بقول ترکی بذاتِ خود بھی دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی وارداتوں کا شکار ہے اور پورا ملک اپنے آپ سے حالت جنگ میں ہے جس سے مذہبی اور نسلی طبقات کی تفریق گہری ہوتی جارہی ہے صدر اُردگان کے حامی اور اُن کے مخالفین اِس تفریق کے اہم اسباب ہیں۔

اسی طرح پاکستان کی سیاسی ونظریاتی تفریق اُلجھتی اور خطرناک ہوتی جارہی ہے جو فوری تدارک کی متقاضی ہے۔ ہماری نظریاتی تفریق اور نظریات سے عاری موجودہ نظام حکمرانی ان مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جو ایک خطرناک صورتِ حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نظام حکومت منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے اور جہاں تک اُس کی بنیاد کا تعلق ہے تو وہ ''قرآن وسنہ'' کے اصول ہیں۔ ارشادِ ربانی کے تحت ۱۹۷۳ء کے آئین میں ہمارے نظریہ حیات کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے :

'' پاکستان کا نظامِ حکومت جمہوری ہوگا جس کی بنیاد قرآن وسنہ کے اصولوں پر ہوگی ''

لیکن بدقسمتی سے ہم نے قرآن وسنہ کے اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے صرف جمہوریت کو ہی ترجیح دی ہے، نہ ماضی کی کسی حکومت کو نہ موجودہ حکومت کو اور نہ ہی متعدد مذہبی جماعتوں میں سے کسی کو یہ توفیق ہوئی ہے کہ وہ قوم کی نظریاتی شناخت کو محفوظ بنانے کی طرف توجہ دیتا۔

ہم اپنے بچوں کو مسلم شناخت دینے میں ناکام ہوئے ہیں کیونکہ ہمارا نظامِ تعلیم قرآن وسنہ کے اصولوں سے یکسر عاری ہے۔

قومی ایکشن پلان یہ تاثر دیتا ہے کہ مذہبی جماعتیں ہی پاکستان میں دہشت گردی کی بنیاد ہیں جبکہ ہماری سیاسی ونظریاتی تفریق کا سبب ہمارا برسرِ اقتدار طبقہ ہے جس نے ہمارے معاشرے کو لبرل، سیکولر، روشن خیال اور قوم پرست گروپوں میں تقسیم کر رکھا ہے، مذہبی طبقات نظر انداز ہونے کے سبب نمایاں سیاسی مقام نہیں رکھتے اور نہ ہی حکمرانی سے متعلق معاملات یا پالیسی سازی کے عمل میں ان کا کوئی عمل دخل ہے، وہ تو بذاتِ خود زیادتی کا شکار ہیں، ہمارے عوام انہیں ووٹ نہیں دیتے لیکن اِس کے باوجود اِس طبقے کو ملک میں دہشت گردی کے فروغ کا سبب سمجھنے سے اپنے گناہوں کو چھپانا مقصود ہے۔

لبرل اور سیکولر عناصر ملکی معاملات سے مذہب کو الگ کر دینا چاہتے ہیں کیونکہ اُن کی دانست میں انسانی بقاء کا محور اللہ تعالیٰ کی ذات کی بجائے ترقی پسندانہ نظام ہے اور شخصی خودمختاری کا قائل ہے، اوّلیت اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہیں بلکہ انسان کو حاصل ہے بنگلہ دیش اس امر کی واضح مثال ہے۔

لیکن پاکستان کا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے خدانخواستہ اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہوئی تو پاکستان ایک طوفان میں گھر جائے گا، کچھ ایسی ہی صورتِ حال ۱۹۶۵ء/ ۱۹۶۶ء میں انڈونیشیا کو درپیش تھی جب وہاں سوشلزم اور کیمونزم کی تبلیغ کی جارہی تھی جس کے خلاف وسیع پیمانے پر احتجاجی تحریک چلی اور خانہ جنگی شروع ہوئی جو ڈیڑھ ملین عوام کی موت کا سبب بنی اور پھر صدر سہارتو نے اقتدار سنبھال لیا، خدانخواستہ اگر ہم گرتی ہوئی صورتِ حال کا تدارک کرنے میں ناکام رہے تو ہمیں تباہ کن خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ پاکستان کوئی جزیرہ نہیں ہے، ہمارے پڑوس میں ایران اور افغانستان جیسے انقلابی ممالک ہیں جو خاموش نہیں بیٹھیں گے اور ہماری دینی جماعتوں کو صورتِ حال سے فائدہ اُٹھا کر قیامت برپا

کرنے کا موقع مل جائے گا۔

افسوس کہ ہم بذاتِ خود واشنگٹن کی ۲۰۱۰ء میں اعلان کردہ سازشی پالیسی میں فریق ہیں جس کے تحت پاکستانی قوم کی نظریاتی تبدیلی کی خاطر 1.4 بلین امریکی ڈالر مختص کیے گئے تھے اسی سازش کے سبب پاکستانی قوم میں لبرل، سیکولر اور روشن خیال طبقات کی تفریق پیدا کرائی گئی جبکہ پاکستانی قوم گزشتہ سات دہائیوں سے ایسے عناصر کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہتی چلی آرہی ہے جو ایک اعتدال پسند مسلم معاشرے کی عمدہ ترین مثال ہے جہاں تمام مذاہب اور فرقوں کے لوگ پُراَمن طریقے سے رہتے رہے ہیں جن میں سب ہی شامل ہیں مثلاً خارجی، تکفیری، سلفی، وہابی، قادری، نقشبندی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور سنی فرقے ہیں لیکن بدقسمتی سے سیاسی و نظریاتی صلیبی جنگ نے پاکستان کے اعتدال پسند مسلم معاشرے کے چہرے کو داغدار کر دیا ہے اس ابتر صورتِ حال کا تدارک کرنے کے لیے ہمیں آئینِ پاکستان میں دیے گئے قومی نظریہ حیات کو محفوظ بنانے کے لیے ایک آسان سا فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ہماری پارلیمنٹ کو ایک قانون پاس کرنا ہوگا کہ تمام انگلش اور اُردو میڈیم سکولوں میں تیسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک تمام مسلمان طلبا کے لیے قرآن و سنہ کی تعلیمات لازمی ہوں گی، ہمارے قومی نظریہ حیات کے دونوں عناصر کے مابین توازن پیدا کرنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے جس میں جمہوریت ہمارا نظامِ حکمرانی ہوگا اور قرآن و سنہ اِس نظام کو نظریاتی تحفظ فراہم کرے گا۔

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اربابِ اختیار یعنی ہمارے صدر، وزرائے اعظم، چیف جسٹس، گورنرز اور وزرا جنہوں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحفظ اور دفاع کا حلف اُٹھا رکھا ہے وہ سب قومی نظریہ حیات کے تقدس کو تحفظ فراہم

کرنے میں ناکام رہے ہیں، موجودہ ابتر صورتِ حال کے تدارک کی ذمہ داری جہاں اربابِ اختیار پر عائد ہوتی ہے وہیں عوام کی بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے۔

ہمارے پڑوسی ملک ایران میں ولایت فقیہہ کا نظام حکمرانی نافذ ہے جس کی بنیادیں قرآن وسنہ کے اصولوں پر ہیں جس کی وجہ سے ایرانی عوام غیر ملکی پابندیوں، شرائط اور عراقی جارحیت جیسے ہتھکنڈوں سے لڑنے کی نہ صرف طاقت رکھتے ہیں بلکہ انقلابِ اسلامی میں کامیابی و کامرانی سے بھی سرفراز ہوئے ہیں، اسی طرح افغانی عوام بھی افغانستان میں اسلامی ریاست قائم کرنے کے لیے پُرعزم ہیں اور گزشتہ تین دہائیوں میں اُنہوں نے دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو شکست سے دوچار کیا ہے وہ اپنے عزم پر سختی سے قائم ہیں ان کا اعلان ہے کہ قابض فوجوں کا ایجنڈا ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا ان کی قومی اقدار، روایات اور نظریات کے خلاف ہے۔ نظریاتی قوت ہی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے اور اِنشاءاللہ یہی قوت پاکستان کے روشن مستقبل کا تاریخی فیصلہ دے گی۔''

(روزنامہ نوائے وقت ۱۲ر جنوری ۲۰۱۷ء)

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

رضا اور عافیت سب سے بڑی نعمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ایک صحابی سے اُن کے صاحبزادے نے یہ سوال کیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ ہر دن یہ دُعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ [1] اے اللہ میرے بدن میں تو عافیت قائم رکھ، اے اللہ میرے کانوں میں عافیت قائم رکھ، اِلٰہی میری آنکھوں میں بھی عافیت قائم رکھ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، یہ گویا تین دُعائیں ہیں۔

صاحبزادے کا مقصد یہ تھا کہ معلوم کرلیں کہ یہ دُعا جو والد صاحب ہر روز تین دفعہ صبح اور تین دفعہ شام کو پڑھتے ہیں کس نے ذمہ لگائی ہے، خود بنائی ہے یا کوئی اور وجہ ہے ؟

صحابی نے جواب دیا کہ بیٹے، میں نے جنابِ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام کو اِن کلمات کے ساتھ دُعا کرتے ہوئے خود سُنا ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے طریق پر عمل کروں، گویا یہ جواب دیا کہ میرا مقصد اِس دُعا سے سوائے اِس کے کچھ نہیں کہ سرکارِ کائنات ﷺ کی اِطاعت کرنی مجھے بہت پسند ہے، یہ دُعائیں صرف سنتِ نبوی کے باعث کررہا ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ صحابۂ کرامؓ ہر کام رضائے خدا کو مدنظر رکھ کر کرتے تھے اور اُنہیں یہ یقین تھا کہ نبی ٔ اکرم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے سے ہمیں (رضائے اِلٰہی کی) یہ دولت حاصل ہوجائے گی۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۴۱۳

صحابہ کرامؓ کا سب سے بڑا مقصد رضائے اِلٰہی کا حصول تھا وہ اس کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے قرآنِ حکیم میں ہے کہ صحابہ کرامؓ رکوع کرتے تھے، سجدہ کرتے تھے یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے ہی کرتے تھے ﴿ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا﴾

حضور اکرم ﷺ کی اِس دُعا میں کانوں کو مقدم کیا گیا ہے، کانوں کی عافیت کی دُعا آنکھوں سے پہلے طلب کی گئی ہے یہ اِس لیے کہ کان آنکھ سے زیادہ کار آمد ہیں، اِنسان آنکھوں کی بہ نسبت کانوں سے زیادہ کام لیتا ہے کان سے آدمی سننے میں روشنی کا محتاج نہیں، اندھیرے میں بھی کان سے کام لیا جاسکتا ہے اِس کے ذریعہ سے سنا جاسکتا ہے، کان سے کام لینے کے لیے رُخ پھیرنا بھی ضروری نہیں رُخ پھیرے بغیر بات سُنی جاسکتی ہے بخلاف آنکھ کے کہ بغیر روشنی کے اِس سے کام نہیں لیا جاسکتا، روشنی نہ ہوتو آنکھ سے کوئی چیز نہیں دیکھ سکتے آنکھ سے کام لینے کے لیے اُس طرف رُخ پھیرنا بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ اِس کے بغیر دیکھا نہیں جاسکتا، ایک اِنسان آنکھوں کی بہ نسبت کانوں سے زیادہ معلومات حاصل کرسکتا ہے قرآنِ کریم میں بھی کانوں ہی کو مقدم فرمایا گیا ہے اِرشاد ہے ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ﴾ آنحضرت ﷺ کے یہ کلمات قرآنِ کریم کے عین مطابق ہیں قرآن میں بھی یہی ترتیب رکھی گئی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اِیمان کے بعد عافیت سے بڑی چیز کوئی نہیں، آقائے نامدار ﷺ کا اِرشاد بالکل برحق ہے کسی کو ہر طرح کی راحتیں میسر ہوں مگر وہ بیمار ہوتو گویا کچھ بھی نہیں، عافیت نصیب نہ ہوتو دُنیا کے لذائذ وتمتعات سے آدمی کبھی بھی لطف اندوز نہیں ہوسکتا، زندگی بغیر عافیت کے سراسر مصیبت ہے اگر کسی اِنسان کو کچھ بھی میسر نہیں مگر عافیت کی دولت نصیب ہے تو وہ خوش قسمت ہے عافیت کا مطلب ہے بے فکری، پریشانیوں سے آزاد ہونا، دل کا مطمئن ہونا غم وآلام سے پناہ میں رہنا۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ رجنوری ۱۹۶۹ء)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۴ قسط : ۴

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حیاتِ مسلم

پیدائش سے وفات تک سنن مستحبات، بدعات و مکروہات

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

کسبِ معاش :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے : طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ .[۱]

''اللہ تعالیٰ کے فرض (نماز) کے بعد جو دوسرا فرض عائد ہوتا ہے وہ ہے حلال روزی کی طلب و جستجو۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ﴿ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (سُورۃ الجمعۃ :۱۰)

''جب پوری ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو۔''

[۱] مشکوۃ شریف کتاب البیوع رقم الحدیث ۲۷۸۱

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس طرح حکمِ نماز کی تعمیل کرتے تھے وہ انتشار فی الارض (زمین میں پھیل پڑے) اور ابتغاء فضل اللہ (اللہ کا فضل یعنی منفعت حاصل کرنے) کے حکم کی بھی تعمیل کرتے تھے چنانچہ کچھ صحابہ وہ تھے جن کی شان یہ تھی کہ رات کو یادِ خدا اور نمازِ تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور گزر اَوقات کے لیے دن کو لکڑیاں چنتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۵۸۶)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

''ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں صدقہ (خاص چندہ) کا حکم دیا تو ہم منڈی میں پہنچ کر پلہ داری کرتے، ایک مُد یا دو مُد (مُد دو رطل کا یعنی ستر تولہ کا) جو کچھ مزدوری ملتی وہ ہم چندہ میں پیش کر دیتے۔ (بخاری شریف ص ۱۹۰)

آنحضرت ﷺ کی عمر شریف دس بارہ سال کی تھی جب آپ اُجرت پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۳۰۱)

مدینہ طیبہ کے حضراتِ انصار رضی اللہ عنہم کاشتکار تھے اُن میں زیادہ تر وہ تھے کہ خود ہی کھیت کا تمام کام کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۲۷۸)

حضراتِ مہاجرین جو کہ مکہ معظّمہ سے مدینہ آئے تھے زیادہ تر تجارت پیشہ تھے، چل پھر کر اپنا کاروبار کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ص ۲۷۴، ص ۲۷۸)

تجارت اور تاجر :

تجارت باہمی تعاون کی ایک صورت ہے کیونکہ ایک گرستی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ غلہ خریدنے کے لیے گاؤں میں کاشتکار کے پاس جائے اور گوشت کی ضرورت ہو تو خود بکری ذبح کرے کپڑا خریدنے کے لیے بُنکر کے پاس پہنچے اور دوا میں گل بنفشہ یا گاؤ زبان کی ضرورت ہو تو وہ جنگل میں جا کر اِن دواؤں کو تلاش کرے، دوکاندار یہ خدمت انجام دیتا ہے کہ اِن چیزوں کو فراہم کرتا ہے اور ضرورت مند کو قیمت لے کر ضرورت کی چیز دے دیتا ہے، تاجر اگر اپنی حیثیت کو صحیح طور پر پہچانتا ہے تو اُس میں تعاون کا جذبہ ہونا چاہیے اور جس طرح اپنے نفع کا طلبگار ہو وہ خریدار کا بھی خیر خواہ اور

ہمدرد ہو، وہ اچھے سے اچھا مال لائے، احتیاط سے رکھے کوئی ملاوٹ اور کھوٹ اُس میں نہ کرے، مناسب نفع سے اس کو بیچے، دھوکہ نہ دے دغا نہ کرے، ہرگز ایسا نہ کرے کہ نمونہ ایک دکھا دے مال دوسرا دے یا مثلاً دہرہ دون کے سیب کو کشمیر کا سیب بتائے یا چور بازاری کرے یا مال میں کوئی عیب یا نقص ہو تو اُس کو ظاہر نہ کرے، گاہک کو دھوکے میں رکھے یا ناواقف کی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھا کر زیادہ کا مال کم میں خریدے، تاجر اگر اِن باتوں سے پرہیز کرتا ہے سچائی امانت اور ہمدردی سے کام کرتا ہے تو وہ خلقِ خدا کی بہت بڑی خدمت انجام دیتا ہے اُس کا مرتبہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ قیامت کے روز اَنبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ .[1]

''تاجر جو سچائی سے کام لینے والا امانت دار ہو وہ انبیاء صدقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

لیکن اگر وہ سچائی اور امانت سے کام نہیں لیتا اور ان ممنوع باتوں کو کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا. [2] ''جو خیانت کرے وہ ہمارا نہیں۔'' نیز ارشاد ہوا : اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ . [3] جو خریداروں کی سہولت کے لیے دوسری جگہ سے مال لا کر گاہکوں کو دیتا ہے اُس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور جو نفع کے لالچ میں ضرورت کے وقت مال روک لے وہ ملعون ہے۔

جو بھاؤ تاؤ کے وقت جھوٹ بولتا ہے اور قسم کھا کر گاہک پر رعب جماتا ہے تو اُس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَ اَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلاً اُولٰٓئِکَ لَاخَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ص وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ (سُورۃ اٰلِ عمران : ۷۷)

---

[1] ترمذی شریف ابواب البیوع رقم الحدیث ۱۲۰۹

[2] ترمذی شریف ابواب البیوع رقم الحدیث ۱۳۱۵

[3] سُنن ابن ماجہ کتاب التجارات رقم الحدیث ۲۱۵۳

''جو لوگ اللہ کے عہد اور خود اپنی قسموں کے بدلہ میں لے لیتے ہیں (متاعِ دنیا کی) حقیر قیمت یہی وہ ہیں کہ آخرت میں اِن کا کوئی حصہ نہیں ہوگا نہ تو قیامت کے دن اللہ اِن سے کلام کرے گا نہ اِن پر اُس کی نظرِ التفات پڑے گی نہ گناہوں کی آلودگی سے پاک کیے جائیں گے اور اِن کے لیے عذاب ہوگا دردناک۔''

زراعت :

تجارت کے علاوہ دوسرے پیشوں کے متعلق بھی خاص خاص بشارتیں وارد ہوئی ہیں مثلاً زراعت کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَأْکُلُ مِنْهُ طَیْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِیْمَةٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ . (بخاری شریف کتاب المزارعة رقم الحدیث ۲۳۲۰)

''کوئی مسلمان کوئی پودا لگائے یا کھیت بوئے اُس سے کوئی پرندہ یا آدمی یا کوئی چوپایہ کچھ کھالے تو وہ اُس کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔''

صنعت وحرفت :

دستکاروں کے متعلق ارشاد ہوا : اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ [1] ''اللہ تعالیٰ دستکار مسلمان سے محبت رکھتا ہے۔'' نیز ارشاد ہوا :

''کوئی شخص کوئی خوراک اُس سے بہتر نہیں کھا سکتا جو دستکاری سے حاصل کی گئی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام دستکاری کی آمدنی سے کھایا کرتے تھے۔'' [2]

کسبِ حرام :

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الْمُشْتَبِهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی

---

[1] جمع الفوائد کتاب البیوع رقم الحدیث ۴۵۶۸ [2] بخاری شریف رقم الحدیث ۲۰۷۲

الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوْقِعَهٗ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.[۱]

''جو حلال ہے وہ کھلا ہوا ہے، وہ جو حرام ہے وہ کھلا ہوا ہے اِن دونوں کے درمیان کچھ ایسے معاملے ہیں جو مشتبہ ہیں جن کا حلال یا حرام ہونا ظاہر نہیں، پس جس شخص نے شبہ کی چیزوں سے پرہیز کیا اُس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا اور جو شخص شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام ہی میں جا دھنسا جیسے کوئی چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس اپنے مویشی چرائے تو خطرہ ہے کہ مویشی چرتے چرتے شاہی چراگاہ میں منہ ڈال بیٹھیں۔ یاد رکھو ! ہر بادشاہ کی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے دیکھو شہنشاہِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی گویا مخصوص چراگاہ محارم ہیں۔ یاد رکھو ! انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو (جذباتِ) بدن کا عالَم بھی درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جاتا ہے تو جسمانی (خواہشات اور جذبات کا سارا) عالَم برباد ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو ! جسمِ انسان کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا وہ ہے جسے قلب کہا جاتا ہے (جو بشری جذبات پر حکمران ہے)۔''

اکلِ حلال اور عبادات اور دُعا کی مقبولیت :

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ایک شخص پردیسی اور دُور دراز سفر میں مارا مارا پھر رہا ہے بال بکھرے ہوئے گرد سے اَٹے ہوئے وہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اور پکارتا ہے یارب یارب مگر حالت یہ ہے کہ کھانا بھی حرام، پہننا بھی حرام، حرام ہی سے وہ پلا بڑھا ایسے شخص کی دُعا کیا قبول ہو۔[۲]

حرام مال سے صدقہ :

ارشادِ نبوی ہے (علیہ الصلٰوۃ والسلام) مالِ حرام سے صدقہ کیا جائے تو وہ قبول نہیں ہوتا اس

---

[۱] بخاری کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۲ [۲] مشکوۃ کتاب البیوع رقم الحدیث ۲۷۶۰

کے خرچ میں برکت نہیں ہوتی تر کہ رہ جائے تو وہ توشہ دوزخ۔ یاد رکھو ! خدا برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، برائی کو نیکیوں سے مٹاتا ہے۔[1]

مسئلہ : حرام مال جیسے بنک کا سود وغیرہ اپنے پاس نہ رکھے نہ اپنے خرچ میں لائے کسی ضرورت مند یا کسی ادارہ کو دے دے، ایسی رقم سے زکوة یا صدقہ فطر ادا نہیں ہوسکتا، مالِ حرام میں صدقہ کی نیت بھی گناہ ہے البتہ تعمیل حکم کا ثواب آپ کو ملے گا کہ ایسی رقم کو آپ نے اپنے پاس نہیں رکھا کسی کو دے کر اپنی مِلک سے نکال دیا، اِسی طرح رشوت حرام ہے رشوت کی رقم واپس کر دینی چاہیے واپس نہ کر سکے تو کسی کو دے کر اپنی مِلک سے نکال دے۔

مال جمع کرنا اور کفایت شعاری :

بہت مشہور اِرشاد مبارک ہے :

اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ [2] وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ [3]

''تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ دو یہ بہتر ہے اِس سے کہ اُن کو کنگال چھوڑ و وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔''

''پہلے خرچ اُن پر کرو جن کا نان نفقہ تم پر واجب ہوتا ہے جو تمہارے عیال ہیں۔''

زکوة، صدقہ اور قرضِ حسنہ :

نبوت کا آغاز تھا مٹھی بھر مسلمان تھے بہت سے بہت چالیس ہوں گے جو سورۂ مزمل نازل ہوئی جس کی آخری آیت یہ ہے :

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ﴾ (المُزمل : ۲۰)

---

[1] مشکوة شریف کتاب البیوع رقم الحدیث ۲۷۷۱

[2] بخاری شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث ۱۲۹۵

[3] بخاری شریف کتاب الزکوة رقم الحدیث ۱۴۲۶

''نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دو اور جو کچھ تم خود اپنے نفع کے لیے آگے بھیج دو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اِس سے بہت بہتر اور اجر میں بہت بڑھا ہوا پاؤ گے۔''

اس آیت میں دو مَد ذکر کیے گئے ''زکوۃ'' اور اللہ تعالیٰ کو ''قرضِ حسن'' یعنی زکوۃ کے علاوہ عطیہ وغیرہ، اُس وقت زکوۃ کا نصاب نہیں مقرر ہوا کہ کتنی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی اور کتنی واجب ہوگی اور مداتِ خرچ میں دو مد بہت اہم تھے :

☆ ایک غریب اور ضرورت مند مسلمانوں کی امداد۔

☆ دوسری جو غلام مسلمان ہو جائیں اُن کو مالکوں سے خرید کر آزاد کر دینا۔

اُس وقت کا معمول یہ تھا کہ ذاتی خرچ میں کفایت سے کام لیا جاتا اور جو کچھ بچتا وہ اگر ضرورت مند کو دیا گیا تو زکوۃ اور غلام کی خریداری وغیرہ پر خرچ کیا گیا جہاں زکوۃ کی رقم نہیں لگ سکتی وہ اللہ کے لیے قرض، تقریبًا پندرہ سال تک یہی معمول رہا۔

جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لے آئے اور مسلمانوں کو آزاد خود مختار زندگی گزارنے اور کاروبار کرنے کا موقع ملا تب زکوۃ کا نصاب مقرر کیا گیا کہ کم سے کم دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) کسی کے پاس اُس کی ضرورتوں سے فاضل ہو اور سال بھر رہے تو سال کے تمام پر اُس کا چالیسواں حصہ فقراء کو دیا جائے گا باقی رقم مالک رکھ سکتا ہے۔

تعلیمی اور تعمیری مَدات :

لیکن یہ زکوۃ و صدقہ فطر غریب فقراء اور ضرورت مند مسلمانوں کا مخصوص حصہ ہے، ملت کی دوسری ضرورتوں مثلاً مدرسین کی تنخواہوں، مدرسوں یا مسجدوں، مسافر خانوں، سڑکوں یا پلوں کی تعمیر یا اگر مسلمانوں کی حکومت ہو تو سامانِ جنگ کی فراہمی وغیرہ پر زکوۃ اور صدقات کی رقم خرچ نہیں کی جا سکتی اب اگر حکومت کے معینہ مدات کی آمدنی اِن ضرورتوں کے لیے کافی نہ ہو تو اصحابِ دولت پر فرض ہوگا

کہ اِن مدات کے لیے عطیات پیش کریں قرآنِ حکیم نے ان کو قرض اور انفاق فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا ہے یعنی جس طرح موجودہ حکومتیں قومی قرض لیتی ہیں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اِس طرح کا قرض مسلمان بھی دیں مگر فرق یہ ہے کہ موجودہ حکومتیں پبلک سے قرض سود کے وعدے پر لیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرض دینے والے دولت مندوں کے پاس سے کچھ نہیں جاتا جو کچھ وہ دیتے ہیں وہ کچھ عرصہ کے بعد سود سمیت واپس آجاتا ہے یہ تمام قرض ٹیکس ادا کرنے والے غریبوں پر پڑتا ہے قرآنِ حکیم اِس طرح کے فریب کو گوارا نہیں کرتا وہ قرض کے بہانہ عوام پر بار نہیں ڈالتا بلکہ دولتمندوں پر ہی بار ڈالتا ہے اور اُن ہی کی گرہ سے لیتا ہے اور وعدہ یہ کرتا ہے کہ اِس کی ادائیگی دوسرے عالَم میں ہوگی جہاں سونے اور چاندی کا سکہ نہیں چلے گا بلکہ نیک کام، راہِ خدا میں خرچ اور جہاد فی سبیل اللہ وہاں کے سکے ہوں گے۔

البتہ امیروں اور دولت مندوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ جو کچھ آپ سے قرض لیا جاتا رہا ہے اللہ کو اِس کی ضرورت نہیں ہے وہ تمہاری ہی ضرورتوں کے لیے ہے کیونکہ قومی اور ملی ضرورتیں تمہاری ہی ضرورتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی ضرورتیں نہیں، قوم کی ترقی ہوگی تو تمہاری بھی ترقی ہوگی قوم کا مفاد خود تمہارا مفاد ہے کیونکہ تمہارے ہی مجموعہ کا نام قوم ہے سورۂ محمد کی آخری آیتیں مطالعہ فرمائیے جن کا ترجمہ یہ ہے :

> ''ہاں دیکھو ! تم کو بلایا جاتا ہے کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں، پس بعض تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں (یاد رکھو) جو بخل کرتا ہے وہ بخل کرتا ہے خود اپنے سے (کیونکہ ملی اور قومی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں) اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے (وہ بے نیاز ہے) محتاج خود تم ہی ہو (قوم کی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں)۔
> یاد رکھو ! اگر تم رُوگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو پیدا کردے گا پھر تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (سورۂ محمد : ۳۸)

جن کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت بخشی ہے جن کے پاس اپنے ذاتی خرچ کے بعد کچھ بچ رہتا ہے اُن کو یاد رکھنا چاہیے کہ اپنے تحفظ اور بقاء کی اُن کو بہر حال ضرورت ہے اگر اُن کی حکومت نہیں ہے

تو حکومت کا یہ کام خود ان کو کرنا ہے، اپنی عزت و عظمت اپنے علوم اپنی تہذیب وغیرہ کی حفاظت خود اُن کو کرنی ہے اگر دولتمندوں کے ضمیر اِس احساس سے محروم ہیں اپنی پونجی کی خیر منانا ہی وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں تو وہ خود بھی ہلاکت کے گڑھے میں کو د رہے ہیں اور قوم کو بھی ہلاکت کے راستہ پر چلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۹۵)

''اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور مت ڈالو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں اور نیکی کرو اور یقیناً اللہ کی محبت ان ہی سے ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔''

ماں باپ :

(۱) ایک صاحب نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ ماں باپ کا حق اولاد پر کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ شریف)

(۲) ارشاد ہوا : افسوس صد افسوس اور حسرت اُس پر جس کے ماں باپ زندہ ہوں اور وہ اُن کی خدمت کر کے جنت نہ حاصل کر لے۔ (ترمذی شریف)

(۳) ایک روایت کا مضمون ہے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا مرنے سے پہلے ضرور کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔ (مشکوۃ شریف اَز بیہقی)

بہن بھائی اور عام رشتہ دار :

(۱) جو شخص اپنے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت چاہتا ہو وہ اپنے کنبہ والوں سے اچھا سلوک کرتا رہے۔ (صحاح)

(۲) ایک حدیث کا مضمون ہے کہ بغاوت اور رشتہ داروں سے بدسلوکی تمام گناہوں میں سب سے زیادہ اس کی مستحق ہیں کہ آخرت میں جو کچھ عذاب ہوگا وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اِس دنیا میں بھی اِس کی سزا ملتی ہے۔

پڑوسی :

(۱) ارشادہوا : خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں ! عرض کیا گیا کون یارسول اللہ ؟ فرمایا جس کا پڑوسی اُس کی ایذاء سے محفوظ نہ رہے۔ (بخاری شریف ص۸۸۹)

(۲) ارشادہوا : جبرئیل علیہ السلام برابر پڑوسی کے حق میں مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ شاید اِس کو وارث بنادیا جائے گا۔ [1]

(۳) وہ شخص مومن کہلانے کے قابل نہیں جو اپنا پیٹ بھرلے اور اُس کا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔ [2]

عام مسلمان اور عام انسان :

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مسلم وہ ہے کہ اُس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کے خطرہ سے تمام انسان محفوظ رہیں (کسی کو اُس کی طرف سے برائی کا خطرہ نہ ہو)۔ [3]

ارشادہوا : زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (ترمذی شریف ص۱۴)

عام جاندار :

ارشادہوا : ہر تر جگر والے پر رحم کرنے میں ثواب ہے۔ (بخاری شریف ص۸۸۹)

(جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

---

[1] مسلم شریف ج۲ ص ۳۲۹ ، بخاری شریف ص ۸۸۹ [2] مشکوۃ بحوالہ بیہقی [3] ترمذی شریف

سلسلہ نمبر۲ قسط : ۲، آخری

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے انوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے مضامین شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے حضرتؒ کے متوسلین وخدام سے التماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کے مضامین ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرماکر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔(اِدارہ)

معراجِ جسمانی ...... ایک ناقابلِ انکار حقیقت

ملعون مرزا کی خود فریبی

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز ﴾

معراجِ جسمانی دلائل و براہین کی روشنی میں :

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (بنی اسرائیل : ۱)

یہ ایک بدیہی اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جس طرح انسان اور جملہ مخلوقاتِ عالم اپنے وجود میں خالق و موجد کی محتاج و دست نگر ہیں ٹھیک اسی طرح اُس کی بقاء و زندگی کا مدار بھی رب العزت و پرودگارِ عالم کی رحمت و مشیت پر ہے، اسی طرح یہ بھی حقیقت واقعیہ ہے کہ موجوداتِ عالم میں اجناس کو اَنواع کا اور اَنواع کو اَفراد کا جامہ پہنانے والی خصوصیات وہ موہوبہ خداوندی ہیں جن کو خالق ارض وسماء نے اپنی مخلوقات میں علیحدہ علیحدہ ودیعت رکھا ہے، نباتات کو جمادات پر اگر کوئی فوقیت حاصل ہے تو صرف یہ کہ نباتات میں مادۂ نمو و ترقی موجود ہے اور جمادات اس سے محروم، حیوانات کو نباتات پر اگر کوئی تفوق ہے تو یہ کہ اِس میں علاوہ قوتِ نمو کے مادۂ حس و حرکت بھی موجود ہے اور انسان کو حیوانات سے جدا کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف اُس کی قوت ادراک و عقل و فہم و فراست ہی ہے جس کو

قدرتِ کاملہ نے عطا فرما کر اور انسان کو مخلوقات اراضی و سماوی سے بزرگ و برتر بنا کر اپنی خلافت کے منصبِ جلیل کے لیے منتخب فرمایا۔

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾ (سُورۂ بنی اسرائیل : ۷۰)

''اور البتہ ہم نے عزت دی ہے اولادِ آدم کو اور سواری دی اُن کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے اُن کو ستھری چیزوں سے اور بڑھا دیا اُن کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر۔''

اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی محتاجِ دلیل نہیں کہ تمام مخلوق اپنی ان خصوصیات کے لحاظ سے متفاوت المرتبہ ہیں کسی میں کم اور کسی میں زیادہ اور چونکہ وہ عطاءِ غیر اور موہبِ خداوندی ہیں اس لیے ہر شخص کو حسبِ لیاقت و قابلیت حکیم مطلق کی طرف سے علیحدہ علیحدہ عطا کی گئی تو ظاہر ہے کہ عقل و علم ادراک و فہم بھی ہر شخص کو حسبِ قابلیت عطا کیا گیا ہوگا اور یہ ایسی مشاہد چیز ہے کہ جس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ عقولِ انسانی نہ صرف باعتبارِ انواع بلکہ باعتبارِ افراد کے ہر ہر شخص کی مختلف و کم بیش ہیں اور چونکہ .... علمِ لامتناہی خاصہ خداوندی ہے اس لیے مخلوق کا علم و فہم بھی محدود الخلقت ہونے کی طرح محدود و ناقص ہی ہوگا چنانچہ اسی دنیا میں جہاں ارسطو، فیثا غورث، افلاطون و جالینوس جیسے مجسمۂ عقل و حکمت کو وجود دیا جاتا ہے وہیں عقل سے کورے سفیہ و کودن لوگوں سے بھی دنیا خالی نہیں۔

عقل محض رہبرِ کامل نہیں ہوسکتی :

اس تفاوتِ علم و عقل سے صاف ظاہر ہے کہ محض عقل و علم رہبرِ کامل و منزلِ مقصود کے لیے ہادیٔ مطلق ہونے کے لیے کافی و ضامن نہیں ہوسکتے بلکہ اس علم و ادراک کی باگ جس قادرِ مطلق کے ہاتھ میں ہے بدون اُس کی اعانت و دستگیری منزلِ مقصود تک رسائی محال ہے ۔

گر نہ باشد فضل ایزد دستگیر در ہمیں علم و عقل آئی اسیر[1]

[1] اگر اللہ کا فضل تیری دستگیری نہ کرے تو تُو اِسی علم و عقل کا قیدی بن کر رہ جائے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک زبردست لشکر جرار جس کا ہر ہر سپاہی فن سپہ گری کا ماہر اور قوت و جرأت کا مالک ہونے کے باوجود جنرل و سپہ سالار کے حکم وِارشاد کے خلاف محض اپنی قابلیت وطاقت کے بل بوتے پر اگر نقل وحرکت کر بیٹھے تو جہاں فتح ونصرت سے محروم رہ کر اپنی ہلاکت وتباہی کا باعث بنے گا وہیں سپہ سالار کی ذمہ داری اور اُس کے حفظ واَمان سے نکل کر اپنی اس تباہی اور اس کے نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا۔

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [١]

''جس نے بھلائی کی سو اپنے نفس کے لیے اور جس نے برائی کی تو اُس کا خمیازہ اُسی پر اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔''

﴿ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ (سُورۃ الطلاق : ١)

''اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا پس اُس نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا۔''

ٹھیک اور بالکل ٹھیک اِسی طرح حضرتِ انسان بھی اگر محض اپنی عقل وِادراک کو رہبرِ کامل تصور کر کے اُسی کے بل بوتے پر خدائی فرامین واحکامات کو غیر قابلِ وقعت یا اُس کے سراپائے حکمت ومصلحت، صریح اِرشادات کو سطحی طور سے اپنی محدود عقل کے خلاف سمجھ کر اور ان میں کتر بیونت کر کے اپنی عقل کے تابع بنانے کی سعی کرے تو وہ بھی کسی طرح فائز المرام و بامراد نہیں ہوسکتا۔

یہی وہ عقلی سفسطہ تھا جس نے فرمانِ الٰہی کے مقابلہ میں سب سے پہلے اجتہادِ مطلق کرنے والے ابلیس کو اَبدالآباد کے لیے راندۂ درگاہ کر کے ہمیشہ کے لیے خسران وحرمانی کے گڑھے میں گرادیا ﴿ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ [٢] ''کہا (شیطان نے) کیا میں سجدہ کروں ایک ایسے شخص کو جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔'' ﴿ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [٣] ''کہا (شیطان نے) میں بہتر ہوں اس سے، مجھ کو تو نے نار سے پیدا کیا اور اس کو پیدا کیا مٹی سے۔''

---

[١] سُورۂ حم السجدہ : ٤٦ [٢] سُورۂ بنی اسرائیل : ٧٠ [٣] سُورہ ص : ٧٦

یہیں سے تقلید و اجتہادِ مطلق کے بھی بعض پہلوؤں پر روشنی پڑ سکتی ہے، غرض یہ ہے کہ ناقص جب تک کامل کا تابع اور اَرذل اشرف کا مطیع نہ ہو کامیابی و فائز المرامی محال ہے۔

منکرینِ معراجِ جسمانی کو عقلی دھوکہ :

اسی عقل کی کوتاہی اور اس پر بھروسہ کرنے کی کج روی نے نبی کریم ﷺ کی معراجِ جسمانی سے اِنکار کرنے پر لوگوں کو مجبور کیا جس کی خبر حق جل مجدہٗ نے اپنے کلام پاک میں نہایت صاف و صریح الفاظ میں دی ہے۔ ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ کو اپنا خالق و معبود قادر و پروردگار ماننے کے بعد اور رسول کو خدا کا سچا و برگزیدہ پیغمبر تسلیم کرنے کے بعد کس طرح جرأت کر سکتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی خبر اور نبی کی کہی ہوئی بات پر شک و شبہ و تاَمل و توہم کی دلدل میں پھنس کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے یہی وجہ ہے کہ کامل الایمان و راسخ العقیدہ قلب نے اس خبر کو سن کر اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کی لبیک بلند کی اور زمین و آسمان میں ''صدیق'' کے معزز لقب سے نوازا گیا لیکن جہاں اُس وقت بغض و عناد کی بھڑکتی ہوئی آگ نے کھلی نشانیوں سے انکار کرنے پر مجبور کر کے ابدالآباد کی شقاوت منکرین کے نامۂ اعمال میں لکھ دی وہیں آج بھی نیچریت و مغربیت کی رو میں بہنے والے عقلِ نارسا کو رہبرِ کامل تصور کرنے والے یا اپنی نفسانی اغراض کے مقابلہ میں خدائی احکام و ارشادات کو ٹھکرانے والے ایسے انسان موجود ہیں کہ جو کہیں خرق و اِلتیام کے استحالہ کی آڑ میں اور کہیں طبقاتِ ناریہ و زمہریریہ سے جسدِ عنصری سے گزر کو محال سمجھنے کے پردے میں اور کہیں اتنے قلیل عرصہ میں اتنی سیر و سیاحت کے ممتنع الوقوع ہونے کی دلدل میں پھنس کر یا تو سرے سے معراج ہی کے منکر ہو بیٹھے یا روایاتِ قویہ کی تردید سے مجبور ہو کر بہت سے بہت معراج رُوحانی یا منامی کے قائل ہو گئے جیسا کہ سرسیّد مرحوم اور دیگر بندگانِ عقل و وہم اور پنجاب کے مدعی نبوت قادیانی نے اپنے سے پہلے گم کردگان راہِ ہدایت کی تقلید میں نہایت صریح الفاظ میں معراجِ جسمانی کا انکار کر کے نہایت جرأت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی ہمسری کا دعوی کیا چنانچہ ازالۂ اَوہام میں لکھا ہے :

''یہ معراج جسمِ کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی واجلی ہوتی ہے اور اِس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحبِ تجربہ ہے الخ ۔''(ص ۴۷)

'' یہ ہے پنجاب کے مدعیٔ نبوت کی قرآن دانی اور دعویٔ محبت رسول کی حقیقت ''

استحالات معراجِ جسمانی کی تردید :

حالانکہ اگر عقلِ نارسا کی رہبری میں ہی اس مسئلہ پر غور فرمایا جائے اور واقعات و مشاہدات کو سامنے رکھا جائے تو یقیناً ان فرضی توہمات کا جن اور سائنس و فلسفہ کا بھوت خود بخود اُن کے سر سے اُتر جائے لیکن جب ہی جبکہ اغراض وخواہشاتِ نفسانی سے الگ ہو کر محض تلاشِ حق مقصود ہو۔

سرعت رفتار :

حرکت کی سرعت وقلتِ رفتار چونکہ ایک اضافی چیز ہے جس کی کوئی حد واِنتہا مقرر نہیں جیسا کہ آج ریل اور موٹر وطیاروں وغیرہ کی حرکت عینی مشاہدہ ہے کہ اگر ریل گاڑی ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتی ہے تو موٹر کار تین سو میل فی گھنٹہ اور طیاروں کی اسٹیمی طاقت اس سے بھی زائد پرواز کر سکتی ہے نیز بقول حکمائے جدید بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے اور بعض سیارے ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اَسی ہزار میل حرکت کر سکتے ہیں نیز انسان کی حرکت شعائیہ نظر اُٹھا کر دیکھنے سے ایک آن میں ہزاروں میل آسمان تک بلکہ اگر سماوات حائل نہ ہوں تو اس سے بھی آگے پہنچ سکتی ہے۔

تو جو خدا آگ اور پانی اور بجلی میں یہ طاقت دے سکتا ہے کہ جس کے ذریعہ انسانی دماغ اِس درجہ سرعت رفتار پر قدرت حاصل کر لے تو کیا اُس خدا کی قدرت سے یہ چیز بعید ہے کہ وہی اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک جسمِ عنصری کو ایسے براق برق رفتار کی سواری سے چشم زدن میں کہیں سے کہیں پہنچا دے اور اتنی قلیل مدت میں سطح ارض سے گزر کر ملکوت وسماوات کی سیاحت کر کے واپس آجائے۔ درآنحالیکہ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کے ارشاد سے آصف بن برخیا کا آنکھ جھپکنے کے اندر بلقیس کے تخت کو اقصیٰ یمن سے اقصیٰ شام میں لا رکھنا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا مہینوں کی

مسافت کو منٹوں میں طے کرنا قرآنِ عزیز میں مصرح موجود ہے۔

﴿ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ﴾ (سُورۃ النمل : ٤٠)

''بولا وہ جس کے پاس تھا علم کتاب، میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اِس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے پھر جب دیکھا اُس کو رکھا ہوا اپنے پاس۔''

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ ﴾ (سُورہ ص : ٣٦)

﴿ وَلِسُلَیْمَانَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ﴾ (سُورہ سبا : ١٢)

''یعنی ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ وہ ہوا اُن کے تخت کو بہت تھوڑی دیر میں مہینوں کی مسافت پر لے جا کر رکھ دیتی ہے۔''

تو کیا اِن مشاہدات کے ہوتے ہوئے بھی کسی بے عقل کی عقل اِس پر مجبور کرے گی کہ جو خدا سلیمان علیہ السلام پیغمبر کے لیے کثافت جرم کے ساتھ ان چیزوں کو آسان فرمادے، وہ اپنے محبوب و برگزیدہ باعثِ تخلیقِ عالم مجسمۂ اَنوار و برکات کے لیے تھوڑی سی دیر میں سیاحتِ سماوات وارض پر قدرت نہیں رکھتا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور کیا مرزا صاحب قادیانی اور اُن کے اُمتی اس تحریر پر شرم کرنے کی ہمت کریں گے کہ

''کسی بشر کا اِس جسم کثیف کے ساتھ آسمانوں پر اُٹھایا جانا خلافِ قدرت اور خلافِ سنت اللہ ہے۔'' (ازالۂ اوہام کلاں ج ٢ ص ٢٥٦)

طبقاتِ ناریہ وزمہریریہ سے جسمِ عنصری کا مرور اور اُس کے مشاہدات :

رہا طبقاتِ ناریہ وزمہریریہ سے کسی جسمِ عنصری کے گزر کو محال سمجھ کر معراجِ جسمانی کا انکار کرنا جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالۂ اَوہام میں فرمایا ہے یہ بھی عدمِ تدبر و عدمِ واقفیت کی دلیل ہے کیونکہ طبقہ ناریہ وزمہریریہ کا متوازی السطحین [1] ہونا (جس سے استحالہ لازم آئے) ضروری نہیں بلکہ

[1] یعنی دو طبقات کے اجزاء کا ایک دوسرے سے متصل ہونا۔

بقولِ حکماء اگر اس کو بشکل اہلیجی یا شبیہ اہلیجی تسلیم کر لیا جائے تو پھر کوئی استحالہ ہی نہیں رہ جاتا، نیز گردش ایام ولیالی اور اختلافِ موسم گرما و سرما کے ساتھ چونکہ حرارت و برودت میں اختلاف شدۃ وضعف ہونا ایک مشاہد چیز ہے جس کا کوئی احمق سے احمق بھی انکار نہیں کرسکتا اس لیے بظنِ غالب کہا جاسکتا ہے کہ طبقاتِ ناریہ وزمہریریہ کا کسی خاص مقدار حرارت و برودت سے متصف ہونا اُس کا خاصہ ذاتی نہیں بلکہ عرضی ہے اور عوارض کا سلب بالاجماع ممکن ہے تو اب کوئی استحالہ نہیں رہ جاتا، معراج نبوی ﷺ بجسدہ الاطہر میں کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت صعود وعروج جسد اطہر ﷺ بعض اجزاء حرارت وبرودت بالکل غیر مضر ہوں یا حق تعالیٰ نے ان کے اندر سے صفتِ حرارت و برودت ہی کو کچھ دیر کے لیے بالکل سلب کر لیا ہو اور اپنی قدرتِ کاملہ سے نار کو نور سے بدل دیا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ﴿قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰاھِیْمَ ﴾[1] کہا ہم نے کہ اے آگ ہوجا بردوسلام ابراہیم علیہ السلام پر۔

نیز ممکن ہے کہ بوقتِ معراج شریف جسدِ اطہر ﷺ کو سراپا انوار وتجلیات اور کثافتِ جرمی سے بالکل پاک بنا دیا گیا ہو جیسا کہ احادیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو حضرت جبرئیل ومیکائیل نے زمزم کے پانی سے غسل دے کر اور قلبِ مبارک کو ہر قسم کی کثافت وآلائش سے پاک وصاف کر کے انوار وحکمتِ الٰہیہ سے پُر کر دیا تو جبکہ جسمِ اطہر سراپا نور وتجلیاتِ الٰہیہ ہو گیا تو پھر برودت وحرارت کے اثر سے کیا تعلق۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ زمزم کے خواص سے یہ چیز بھی ہو کہ حرارت و برودت اس پر بالکل اثر نہ کرے جیسا کہ اسپرٹ کا مشاہدہ ہے کہ جس چیز پر ڈالی جاتی ہے وہ نہیں جلتی، نیز یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ برودت وحرارت کا اثر جسمِ عنصری پر اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ جسمِ عنصری کا استقرار وقیام قلیل وکثیر اِس میں پایا جائے جیسا کہ ہر انسان مشاہدہ کرسکتا ہے کہ دہکتی ہوئی آگ کی لپٹوں میں کسی چیز کو تیزی سے اگر حرکت دی جائے جیسا کہ بسا اوقات بچے آگ کی لپٹوں میں جلدی جلدی اپنے ہاتھ کو تیزی سے پھراتے ہیں اور آگ بالکل اثر نہیں کرتی۔

---

[1] سُورۃ الانبیاء : ۶۹

تو جبکہ احادیثِ صحیحہ سے یہ چیز ثابت ہے کہ آپ کی سواری براقِ برق رفتار کے ایک قدم کی سرعتِ حرکت تاحدِ بصر تھی تو پھر استقرار و قیام ہی جبکہ نہ ہوا تو اثر سے کیا واسطہ، نیز براق جنت کا گھوڑا ہونے کے باعث ظاہر ہے کہ کثافت و جرمیتِ دنیاوی سے بالکل پاک وصاف ہوگا اور یہ مشاہدہ ہے کہ ایک غیر اثر قبول کرنے والی چیز کے ساتھ مل کر دوسری چیز بھی اُسی کے اثر میں آجاتی ہے جیسا کہ لکڑی اور اُس کے ساتھ ملی ہوئی دوسری چیز پر بجلی کا اثر نہ کرنا عینی مشاہدہ ہے۔

نیز فرشتوں کا آسمان سے اُترنا اور چڑھنا، جنات و شیاطین کا بعض اوقات سماءِ دنیا تک جا کر لوٹنا احادیث سے ثابت نیز جبکہ حسبِ تصریحاتِ قرآنی حضرت آدم و حوا کا جنت سے ہبوط اور زمین پر نزول جو یقیناً ان ہی طبقات سے ہو کر ہوا ہوگا مسلم، اور قومِ موسیٰ پر آسمانوں سے مائدہ کا نزول جو یقیناً اِسی راستہ سے ہوا ہوگا قابلِ تسلیم ہے تو پھر ان مشاہدات کے ہوتے ہوئے حضرت انور ﷺ کا بجسدہ العنصری عروج و نزول کیوں محال اور خلافِ عقل معلوم ہو اور ساتھ ہی خدائے قدیر و توانا اپنی قدرتِ کاملہ سے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ اُٹھالے تو کیا استحالہ واستبعاد ہے ﴿ اِنَّمَا اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾. (سُورہ یٰس : ۸۲)

معراجِ جسمانی کا ثبوت قرآنی تصریحات سے :

آیت اسراء کو غور سے ملاحظہ فرمائیں تو اِس میں خود ایسے قرائن بلکہ صریح الفاظ موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے معراجِ جسمانی میں شک وشبہ کی گنجائش تک باقی نہیں رہتی۔

(۱) ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ ﴾ لفظ ''سبحان'' خود واقعہ کی عظمت وشان اور اُس کے امرِ عظیم ہونے کی طرف اشارہ ہے اور معراجِ روحانی کوئی امرِ عظیم وقابلِ تعجب چیز نہ تھی جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

فَالتَّسْبِيْحُ اِنَّمَا يَكُوْنُ عِنْدَ الْاُمُوْرِ الْعِظَامِ فَلَوْكَانَ مَنَامًا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ كَبِيْرُ شَيْءٍ وَلَمْ يَكُنْ مُّسْتَعْظَمًا . (ابن کثیر ج ٦ ص ۴۱)

''پس لفظِ تسبیح جز ایں نیست ہوتا ہے اُمور عظام کے لیے، اگر معراج منامی ہوتی تو اُس میں کوئی شے تعجب افزا اور عظمت خیز نہ ہوتی۔''

(۲) ﴿ اَسْرٰی ﴾ اسراء کا لفظ جس کے معنی چلنے اور سیر کرنے کے لیے ہیں بیداری کی حالت کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے خواب یا مکاشفہ کے لیے نہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے۔

﴿ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْآ اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ ﴾ ١

﴿ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴾ ٢

(۳) ﴿ بِعَبْدِہٖ ﴾ لفظ ''عبد'' کا اطلاق جسد مع الروح پر آتا ہے محض رُوح کو عبد نہیں کہا جاتا اور قرآنِ پاک میں اسراء کی نسبت عبد کی طرف کی گئی ہے رُوحِ عبد کی طرف نہیں کی گئی ہے ارشاد ہے ﴿اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ﴾ ابن کثیر میں ہے : فَاِنَّ الْعَبْدَ عِبَارَۃٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ''تحقیق عبد عبارت ہے مجموعہ رُوح مع الجسد سے'' چنانچہ قرآنِ پاک میں جہاں کہیں لفظ عبد آیا ہے اُس سے رُوح مع الجسد ہی مراد لیا گیا ہے محض رُوح نہیں لی جاسکتی۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

﴿ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا ﴾ ٣ ﴿ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ ﴾ ٤ ﴿ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ ﴾ ٥ ﴿ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ ﴾ ٦ ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ﴾ ٧ ﴿ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ ﴾ ٨ ﴿ اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا ﴾ ٩ وغیرہ وغیرہ

تو اصطلاحِ قرآن کے موافق یہاں بھی ''عبد'' سے مراد رُوح مع الجسد ہی ہوسکتی ہے نہ کہ محض رُوح

(۴) ﴿ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ﴾ ١٠ تاکہ دکھلا دیں ہم اُس کو اپنی نشانیاں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿ وَمَاجَعَلْنَا الرُّءْ یَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ ﴾ ١١

تو لوگوں کے لیے فتنہ وابتلاء محض کشفی و رُوحانی رؤیت نہیں ہوسکتی اور نہ ہوئی بلکہ وہ بجسدہ العنصری آسمانوں کی سیر اور حق تعالیٰ سے مکالمہ ومشاہدہ تھا جس کو سن کر اہلِ قریش نے انکار کیا تھا اور نہ منامی و کشفی معراج سے تو کوئی بھی نہیں انکار کرسکتا تھا اور نہ وہ ابتلاء وفتنہ کا محل تھا۔

---

١ سُورہ ھود : ۸۱ ٢ سُورۃ الدخان : ۲۳ ٣ سُورۃ البقرۃ : ۲۳ ٤ سُورہ ص : ۴۱
٥ سُورۃ الکھف : ۱ ٦ سُورۃ الفرقان : ۱ ٧ سُورۃ الحجر : ۴۲ ٨ سُورہ ال عمران : ۷۹
٩ سُورۃ العلق : ۹ ١٠ سُورہ الاسراء : ۱ ١١ سُورہ بنی اسرائیل : ۶۰

(۵) ﴿ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی o فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴾ [۱] لفظ ''دَلّٰی'' اور پھر قرب ونزدیکی حق جل مجدہٗ کو بقدر قلت ِ بعد ﴿قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ کے ساتھ تعبیر فرمانا بھی اِسی بات کی دلیل ہے کہ قربت جسدی مراد ہے اِس لیے کہ تشبیہ شئی محدود کے ساتھ شئی معین کی ہی ہوسکتی ہے

(۶) ﴿ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ﴾ [۲] آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد بھی ''عبد'' کا لانا اِس کی صریح دلیل ہے کہ وہاں وحی الٰہی اور مکالمہ ربانی رُوح مع الجسد ہی سے ہوا۔

(۷) ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴾ [۳] نیز ''بصر'' کا لفظ بھی اِس کا قوی قرینہ ہے کہ یہ واقعہ بحالت ِ بیداری ہی ہوا۔

غرض کلامِ پاک کی ان چند تصریحاتِ بالا سے یہ چیز نہایت واضح ہو جاتی ہے کہ حضور انور ﷺ کو معراجِ جسمانی ہوئی نہ کہ صرف رُوحانی یا منامی۔

معراجِ جسمانی کا ثبوت احادیث سے :

فصیل واقعہ معراج شریف کے دیکھنے سے بھی جو احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو اَحوال و اِنکشافات معراج کے وقت ظہور پذیر ہوئے وہ تمام معراجِ جسمانی کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں محض رُوح کے ساتھ اُن کا تعلق صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے مثلاً حضرت اُم ہانیؓ کے دولت کدہ پر بحالت استراحت یکا یک چھت کا پھٹ کر فرشتہ آنا اور آپ کو جگا کر مسجدِ حرام میں زمزم پر لے جا کر قلب مبارک کو ماءِ زمزم سے دھو کر اُس کو حکمت ایمان وعرفانِ الٰہی سے بھرنا، براق پر سوار ہو کر معراج کو تشریف لے جانا اور درآنحالیکہ براق پر جسد ہی سوار ہوسکتا ہے محض رُوح کہ ایک لطیف وغیر مرئی چیز ہے گھوڑے پر کیسے سوار ہوسکتی ہے ؟ حضرت جبرئیل کا آنحضور ﷺ کو لے کر آسمانوں پر چڑھنا کما جاء فی الحدیث ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِی فَعَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ پھر آسمانوں پر انبیاء علیہ السلام سے سلام وکلام اور تقربِ الٰہی کے بعد نمازوں کا فرض اور آپ کی استدعاء تخفیف وغیرہ وغیرہ یہ جملہ امور اِس بات کی صریح دلیل ہیں کہ یہ احوال بحالتِ بیداری جسمِ اطہر کے ساتھ پیش آئے جیسا کہ ابن کثیر میں ہے :

---

[۱] سُورۃ النجم : ۸،۹ [۲] سُورۃ النجم : ۱۰ [۳] سُورۃ النجم : ۱۷

اِنَّ اللّٰہَ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ عَلٰی دَابَّۃٍ یُقَالُ لَھَا الْبُرَاقُ وَلَوْکَانَ الْاِسْرَاءُ بِرُوْحِہٖ لَمْ تَکُنِ الرُّوْحُ مَحْمُوْلَۃً عَلَی الْبُرَاقِ اِذِا الدَّوَابُّ لَا تَحْمِلُ اِلَّا الْاَجْسَامَ .

''البتہ اللہ نے سیر کرائی اپنے بندے کو'' دَابَّۃ'' پر جس کو براق کہتے ہیں اور اگر اسراء محض رُوح کی ہوتی تو رُوح کو براق پر نہیں اُٹھایا جاتا کیونکہ چوپائے جسم کو ہی اُٹھاتے ہیں۔''

اور اسی پر اسلافِ عظام اور ائمہ دین کا وہ زبردست اجماع ہے کہ جس کے سامنے منکر معراجِ جسمانی غلام احمد قادیانی کو بھی جب تک اُس کو خود عیسٰی و محمد بننے کا خبط سوار نہ ہوا تھا نہایت صریح لفظوں میں سر تسلیم خم کرنا پڑا ہے چنانچہ ازالہ اَوہام میں ہے کہ

''باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شبِ معراج میں آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تقریبًا تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا الخ'' (ج ا ص ۲۸۸)

اُمید کہ منکرینِ معراجِ جسمانی کے لیے یہ تحریر موجبِ ہدایت ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

شبِ معراج

﴿ جناب احسان دانش مرحوم ﴾

گردوں پہ تھا اُس خاک کا چرچا شب معراج
جاگا تھا مدینے کا نصیبا شب معراج

اجمال تھا ''تفصیلِ صفاتی'' سے گریزاں
کس جوش میں تھا ذات کا دریا شب معراج

ہر سانس پہ کُھلتے تھے خلاؤں میں دریچے
ہر ذرۂ خاکی تھا ستارا شب معراج

تھی عرش پہ انسان کے پاپوش کی آہٹ
دُنیا کے محاصل میں تھی عقبٰی شب معراج

لمحات کے سانچوں میں سمٹ آئی تھیں صدیاں
''امروز'' تھا آئینۂ فردا شب معراج

جلوے بھی نہ تھے عابد و معبود میں حائل
بے واسطہ تھے بندہ و مولا شب معراج

ہر سُو تھے خلاؤں میں رواں کیف کے جھونکے
تھی کہکشاں نُور کا دریا شب معراج

خوش کام تھے اطراف و جوانب کے مناظر
تھی لاکھ سویروں کا سویرا شب معراج

پھولوں میں بڑھا رنگ ستاروں میں تجلّی
بر آئی دو عالم کی تمنا شب معراج

وہ موجۂ گرداب تھے الطاف و کرم کے
ناپید تھا رحمت کا کنارا شب معراج

پائی نہ رُسولانِ سلف نے یہ بلندی
تھا زیرِ قدم عرشِ مُعلّٰی شب معراج

اللہ نے خود چشمِ پیمبر سے اُٹھایا
موجُودیّتِ خلق کا پردہ شب معراج

اِک سمت تو اُمت کے گناہوں پہ نظر تھی
اِک سمت سرمایۂ عقبٰی شب معراج

تھی اپنے شبابوں پہ بایمائے خداوند
ضوٗ ریزیٔ مہتاب و ثریا شب معراج

ہر بات سے اِک بات کا امکان تھا روشن
ہر حُسن سے سو حُسن تھے پیدا شب معراج

اس بات میں خاموش ہیں اب تک کے مہندس
کس رُخ پہ بہا وقت کا دھارا شب معراج

اس اَوجِ نبوت کی خبر کس کو تھی دانش
اللہ رے انسان کا رُتبہ شب معراج

قسط : ۴

تبلیغِ دین

﴿ حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین'' یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

اعمالِ ظاہری کے دس اُصول

(۴) چوتھی اصل ...... حج کا بیان :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''لوگوں پر اللہ کے واسطے حج بیت اللہ فرض ہے جس کسی میں وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو صاحبِ استطاعت مسلمان بغیر حج کیے مر گیا تو اُسے اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔''

آدابِ سفرِ حج بیت اللہ شریف :

حج بھی دین کا ایک ستون ہے حج کے اعمال واَرکانِ ظاہری کا بیان چونکہ احیاء العلوم میں ہو چکا ہے لہٰذا اِس جگہ حج کے رموز اور آداب بیان کرنے مقصود ہیں پس جاننا چاہیے کہ آدابِ حج سات ہیں :

اوّل : یہ کہ سفر سے پہلے حلال زادِ راہ اور کوئی نیک بخت ساتھی تلاش کر لو کیونکہ حلال توشہ سے قلب میں نور پیدا ہوگا اور رفیقِ صالح تمہیں گناہوں سے روکتا اور نیک کام یاد دلاتا رہے گا۔

دوم : اس سفر میں تجارت [1] کا خیال بالکل نہ رکھو کیونکہ طبیعت کے تجارت کی جانب متوجہ ہو جانے سے زیارتِ حرمین شریفین کا اِرادہ خالص اور بے لوث نہ رہے گا۔

سوم : راستہ میں کھانے کے اندر وسعت کرو اور رُفقائے سفر اور نوکروں چاکروں اور کرایہ داروں کو خوش رکھو اور کسی کے ساتھ سختی سے بات نہ کرو بلکہ نہایت خلق و محبت سے اور نرم گفتاری سے سفر ختم کرو۔

چہارم : فحش گوئی، جھگڑے، فضول بکواس اور دنیا کے معاملات کی بات چیت کو بالکل چھوڑ دو اور ضروری حاجتوں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی زبان کو تلاوتِ کلام اللہ اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔

پنجم : شغدف یا شبری (خوبصورت کجاوہ یا زین) یعنی شان کی سواری پر سوار نہ ہو [2] بلکہ باربرداری کے اُونٹ پر بیٹھ جاؤ تاکہ دربارِ حق تعالیٰ میں پراگندہ حال غبار آلودہ اور مسکینوں محتاجوں کی سی ذلیل و خستہ حالت سے حاضری ہو، اِس سفر میں بناؤ سنگھار اور زیادہ آرام طلبی کا خیال بھی نہ لاؤ۔

ششم : کبھی کبھی سواری سے اُتر کر پیدل بھی ہو لیا کرو کہ اِس میں سواری کے مالک کا بھی دل خوش ہوگا اور سواری کو بھی آرام ملے گا اور نیز تمہارے ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرنے سے چست و چالاک رہیں گے۔

---

[1] کوئی یہ وسوسہ دل میں نہ لاوے کہ قرآن کے اندر تو تجارت کی اجازت دی ہے، بات یہ ہے کہ اوّل تو اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تجارت کو ممنوع نہیں بتلاتے جو خلافِ قرآن ہو، دوم ہم میں اور صحابہؓ میں فرق ہے کہ وہ حضرات حج کے دوران تجارت بھی اعانتِ دین کے لیے کرتے تھے اور ہم حج بھی تجارت کے لیے کر لیں گے۔

[2] مطلب یہ ہے کہ شان دکھانے کو ایسا مت کرو باقی رفعِ تکلیف کے لیے مضائقہ نہیں ہے۔ (حضرت تھانویؒ)

ہفتم : جو کچھ بھی اِس سفر میں ختم ہو جائے یا جس قسم کا بھی مالی نقصان یا تکلیف یا مصیبت اُٹھانی پڑے تو اُس پر خوش دل رہو اور اِس کو اپنے حج کے مقبول ہونے کی علامت سمجھو اور اپنے پرور دگار سے ثواب کی اُمید رکھو۔

حج کی عبادت میں رموز واسرار تو بہت ہیں مگر ہم صرف دو مضمون بیان کرتے ہیں :

مشروعیتِ حج کی حکمت :

اوّل : حج اُس رہبانیت کا بدل ہے جو پہلی اُمتوں میں رائج تھی، حدیث میں آیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کی رہبانیت اللہ تعالیٰ نے حج کو بنادیا ہے۔اوّل بیتِ عتیق یعنی سب سے پہلے بنے ہوئے مکان کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ عنایت فرمایا یعنی اِس کو اپنی جانب منسوب فرمایا اور ''بیت اللہ'' نام رکھ دیا پھر اُس کے گرد ونواح کو حرام گردانا، میدانِ عرفات کو حرم کا صحن بنایا اور اِس کا شرف اس طرح فرمایا کہ نہ وہاں شکار جائز ہے نہ درخت کاٹنا حلال، سو یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ مکان سے منزہ ہے اور گھر یا مکان کا محتاج نہیں ہے وہ سب کو محیط ہے اور اُسے کوئی جگہ اپنے احاطہ میں نہیں لے سکتی پس اُس نے خانہ کعبہ کو جو اپنی جانب منسوب کیا اور اُس کے طواف کا لوگوں کو حکم دیا تو اِس میں حکمت یہ ہے کہ بندوں کی غلامی کا اظہار اور اُن کی بندگی کا امتحان ہو جائے اور فرمانبردار غلام اپنے آقا کے دربار میں دُور دراز جگہوں سے بالقصد زیارت کرنے کو جوق در جوق ایسی حالت سے آئیں کہ بال بکھرے ہوئے ہوں غبار آلودہ ہوں شاہی ہیبت جلال سے حیران و پریشان حال ہوں ننگے پاؤں مسکین ومحتاج بنے ہوئے ہوں اور اِسی مصلحت سے اس عبادت میں جس قدر بھی اعمال واَرکان مقرر کیے گئے ہیں وہ سب بعید اَز عقل ہیں تاکہ ایسے اعمال کا ادا کرنا محض حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سمجھ کر ہو اور کوئی طبعی خواہش یا عقلی حکمت کا اتباع اس کا باعث نہ ہو چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ

''بارِالٰہی ہم اپنی عبودیت وغلامی کا اظہار کرنے کو عبادتِ حقہ یعنی حج میں حاضر ہیں''

ارکانِ حج کی مشروعیت کا دُوسرا راز :

دوم : سفرِ حج کی وضع بالکل سفرِ آخرت کی سی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حجاج کو اعمالِ حج ادا کرنے سے مرنے کا وقت اور مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات یاد آجائیں مثلاً

شروع سفر میں بال بچوں سے رخصت ہوتے وقت سکراتِ موت کے وقت اہل و عیال سے رخصت ہونے کو یاد کرو۔

اور وطن سے باہر نکلتے وقت دنیا سے جدا ہونے کو یاد کرو۔

اور سواری پر سوار ہوتے وقت جنازہ کی چار پائی پر سوار ہونے کو یاد کرو۔

اور احرام کا سفید کپڑا پہنتے وقت کفن میں لپٹنے کو یاد کرو۔

اور پھر میقاتِ حج تک پہنچنے میں جنگل و بیابان قطع کرتے وقت اُس دُشوار گزار گھاٹی کے قطع کرنے کو یاد کرو جو دُنیا سے باہر نکل کر میقاتِ قیامت تک عالمِ برزخ یعنی قبر میں تم کو کاٹنی ہے۔

راستہ میں راہزنوں کے ہول و ہراس کے وقت منکر نکیر کے سوالات اور اُس بے کسی میں ہول و ہراس کا خیال کرو۔

جنگلی درندوں سے قبر کے سانپ بچھو اور کیڑوں مکوڑوں کو یاد کرو۔

اور میدان میں رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے علیحدہ تن تنہا رہ جانے کے وقت قبر کی تنہائی اور وحشت کو یاد کرو۔

اور جس وقت چیخ چیخ کر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پڑھو تو زندہ ہونے اور قبروں سے اُٹھنے کے وقت اُس جواب کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ کی ندا کے وقت میدانِ حشر میں حاضری کے لیے تم عرض کرو گے۔

غرض اسی طرح ہر عمل میں ایک عبرت اور معاملۂ آخرت کی یاد دہانی ہے جس سے ہر شخص جس قدر بھی اُس میں قلب کی صفائی اور دین کی ضروریات کے خیال رکھنے کی وجہ سے استعداد ہو گی آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ (جاری ہے)

قسط : ۲

وضو کے فضائل اور اُس کی برکات

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ ﴾

✿ ✿ ✿

وضو کا طریقہ :

(۱۳) عَنْ عُثْمَانَؓ تَوَضَّأَ فَاَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْہِ ثَلٰثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ یَدَہُ الْیُمْنٰی اِلَی الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ یَدَہُ الْیُسْرٰی اِلَی الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِہٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی ثَلٰثًا ثُمَّ الْیُسْرٰی ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ نَفْسَہٗ فِیْھِمَا بِشَیْئٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. ؎۱

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے ایک دن اس طرح وضو فرمایا کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین دفعہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی لے کر اُسے نکالا اور ناک کی صفائی کی پھر تین دفعہ اپنا پورا چہرہ دھویا اِس کے بعد داہنا ہاتھ کہنی تک تین دفعہ دھویا پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی تک تین دفعہ دھویا، اس کے بعد سر کا مسح کیا پھر داہنا پاؤں تین دفعہ دھویا پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھویا، (اس طرح پورا وضو کرنے کے بعد) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے بالکل میرے اِس وضو کی طرح وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے اِس وضو کے مطابق وضو کیا پھر دو رکعت نماز (دل کی پوری توجہ کے ساتھ) ایسی پڑھی جو حدیثِ نفس سے خالی رہی (یعنی دل میں اِدھر اُدھر کی باتیں نہ سوچیں) تو اُس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہوگئے۔''

؎۱ بخاری شریف کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۳۴

تشریح : حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے وضو کا جو طریقہ بتلایا ہے بلکہ عملاً کر کے دکھایا ہے یہی وضو کا افضل اور مسنون طریقہ ہے البتہ اِس میں کلی اور پانی سے ناک کی صفائی سے متعلق یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے یہ کتنی دفعہ [1] کیا لیکن بعض دوسری روایتوں میں تین تین دفعہ کی تصریح ہے۔ آگے حدیث میں جو دو رکعتیں خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ نفل ہی ہوں بلکہ اگر کسی کو مسنون طریقہ پر وضو کر کے کوئی فرض یا سنت نماز بھی ایسی نصیب ہوگئی جو حدیثِ نفس سے یعنی اِدھر اُدھر کے خیالات سے خالی رہی تو اِنشاء اللہ حدیث کی موعود مغفرت اُس کو بھی حاصل ہوگی۔ شارحینِ حدیث اور عارفین نے لکھا ہے کہ حدیثِ نفس یہ ہے کہ اِدھر اُدھر کا کوئی خیال ذہن میں آئے اور دل اُس میں مشغول ہو جائے لیکن اگر کوئی خطرہ دل میں گزرے اور دل اُس میں مشغول نہ ہو بلکہ اُس کو ہٹانے اور دفع کرنے کی کوشش کرے تو وہ مضر نہیں ہے اور یہ چیز کاملین کو بھی پیش آتی ہے۔

وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے :

(۱۴) عَنْ اَبِیْ حَیَّةَ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ کَفَّیْهِ حَتّٰی اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَ ذِرَاعَیْهِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَیْهِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طَهُوْرِهٖ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ کَانَ طَهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . [2]

''ابوحیہؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے وضو اس طرح فرمایا پہلے اپنے دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے یہاں تک کہ اُن کو خوب اچھی طرح صاف کر دیا پھر تین دفعہ کلی کی پھر تین دفعہ پانی ناک میں لے کر اُس کی صفائی کی پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو تین تین دفعہ دھویا پھر سر کا مسح ایک دفعہ کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے اُس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی

[1] رواہ البغوی عن سفیان بن سلمة ، زجاجة المصابیح [2] ترمذی شریف ابواب الطهارة رقم الحدیث ۴۸

کھڑے آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر پیا۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس طرح پورا وضو کر کے دکھانے کے بعد فرمایا میں نے چاہا کہ تمہیں دکھلاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔''

تشریح : جیسا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی اِن حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عام طور پر وضو اِسی طرح فرماتے تھے کہ دھونے والے اعضاء کو تین تین دفعہ دھوتے تھے اور سر پر مسح ایک ہی دفعہ فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی آپ نے ایسا بھی کیا ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء کو بھی صرف ایک ہی مرتبہ یا صرف دو ہی مرتبہ دھویا اور ایسا آپ نے یہ دکھانے اور بتانے کے لیے کیا کہ اِس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے، فقہاء کی اصطلاح میں اس کو ''بیانِ جواز'' کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت پانی کی کمی کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہو، واللہ اعلم۔

(۱۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَوَضَّاَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ . [۱]

''حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا دو دو مرتبہ (یعنی دھوئے جانے والے اعضاء کو دو دو بار دھویا)۔''

تشریح : ان دونوں حدیثوں میں اعضاءِ وضو کے صرف ایک ایک دفعہ یا دو دو دفعہ دھونے کا جو ذکر ہے جیسا کہ اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ ایسا آپ نے کبھی کبھی صرف یہ جتانے اور دکھانے کے لیے کیا تھا کہ اِتنا کرنے سے بھی وضو ہو جاتا ہے ورنہ عام عادتِ شریفہ یہی تھی کہ وضو میں آپ ہاتھ منہ اور پاؤں کو تین تین دفعہ دھوتے تھے اور اسی کی دوسروں کو تعلیم دیتے تھے اور وضو کا یہی افضل اور مسنون طریقہ ہے مندرجہ ذیل دو حدیثوں سے یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

(۱۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ یَسْاَلُہٗ عَنِ الْوُضُوْءِ فَاَرَاہُ الْوُضُوْءَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذَا فَقَدْ اَسَاءَ وَتَعَدّٰی وَظَلَمَ. (سُنن نسائی کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۱۴۰)

---

[۱] بخاری شریف کتاب الوضوء رقم الحدیث ۱۵۸

''عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی وضو کے بارے میں سوال کرتے ہوئے (یعنی وضو کا طریقہ پوچھتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو تین تین دفعہ وضو کر کے دکھایا (یعنی ایسا وضو کر کے دکھایا جس میں آپ نے دھوئے جانے والے اعضاء کو تین تین دفعہ دھویا) اس کے بعد آپ نے اُن اعرابی سے فرمایا کہ وضو ایسے ہی کیا جاتا ہے، تو جس نے اِس میں اپنی طرف سے کچھ اور اضافہ کیا تو اُس نے برائی کی اور زیادتی کی اور ظلم کیا۔''

تشریح : اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے وضو میں اضافہ کرنے کی جو سخت مذمت کی ہے اُس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اعضاءِ وضو کے صرف تین تین بار دھونے سے کامل و مکمل وضو ہو جاتا ہے اب جو شخص اِس میں کوئی اضافہ کرے گا وہ گویا شریعت میں اپنی طرف سے ترمیم کرے گا اور بلا شبہ یہ اُس کی بُری جسارت اور بڑی بے ادبی ہوگی۔

(۱۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَاحِدَۃً فَتِلْکَ وَظِیْفَۃُ الْوُضُوْءِ الَّتِیْ لَا بُدَّ مِنْھَا وَمَنْ تَوَضَّأَ اثْنَیْنِ فَلَہٗ کِفْلَیْنِ وَمَنْ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا فَذٰلِکَ وُضُوْئِیْ وَ وُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ . (مُسند احمد رقم الحدیث ۵۷۳۵)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو وضو کرے ایک دفعہ (یعنی دھوئے جانے والے اعضاء کو اُس میں صرف ایک ہی ایک دفعہ دھوئے) تو یہ وضو کا وہ درجہ ہے جس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں (اور اِس کے بغیر وضو ہوتا ہی نہیں) اور جو وضو کرے دو دو مرتبہ (یعنی اُس میں اعضاءِ وضو کو دو دو دفعہ دھوئے) تو اِس کو (ایک ایک دفعہ والے وضو کے مقابلہ میں) دو حصے ثواب ہوگا اور جس نے وضو کیا تین تین دفعہ (جو افضل اور مسنون طریقہ ہے) تو یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا (یعنی میرا دستور اعضاءِ وضو کو تین تین

دفعہ دھونے کا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا طریقہ بھی یہی رہا ہے)۔''

تشریح : یہ حدیث مسند احمد کی ہے اور اِسی میں ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ایک ایک دفعہ وضو کر کے دکھایا اور فرمایا کہ یہ وہ کم سے کم درجہ کا وضو ہے جس کے بغیر کسی کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہی نہیں ہو سکتی ، اِس کے بعد آپ نے دو دو دفعہ کا وضو کر کے دکھایا اور فرمایا کہ پہلے والے وضو کے مقابلہ میں اس کا ثواب دوہرا ملے گا پھر آپ نے تین تین دفعہ والا وضو کر کے دکھایا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا۔'' اس دوسری روایت کو دارِ قطنی ، بیہقی ، ابن حبان اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے (زجاجة المصابیح) ان دونوں روایتوں سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ (جاری ہے)

وفیات

۱۵/ مارچ کو جناب محمد حسن و متین صاحبان کے والد گرامی جناب محمد صالحین صاحب طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

۲۰/ مارچ کو جناب محمد سعد صاحب وڑائچ کے خالو صاحب سرطان کے مرض کی وجہ سے وفات پا گئے۔

۲۸/ مارچ کو جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاہور کے سابق نائب امیر مولانا قاری نذیر احمد صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ، آمین۔

جامعہ جدید میں تکمیلِ بخاری کے موقع پر بیان

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ہمارے بزرگ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم العالی تشریف لا چکے ہیں آخری سبق حضرت کے سامنے پڑھا جائے گا اور حضرت دُعا کرائیں گے اُس سے پہلے چند منٹ کے لیے کچھ باتیں آپ سے کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہم سب کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اُمتی بنایا، نبی علیہ السلام کے اُمتی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم بھیک مانگیں ہم پر ترس کھایا جائے ، ہائے بچارے، ہائے مسکین، ہائے یتیم، ہائے بھوکے، ہائے بے لباس، یہ نہیں ہے اس لیے کہ نبی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہائے مسکین، ہائے بھوکا، ہائے بے لباس، ہائے بے جوتا قابلِ رحم اِس کے لیے پیسے جمع کرو اُسے کپڑے خرید کے دو اُس کے پیر میں جوتا پہناؤ، جب نبی ایسا نہیں ہے اور اس لیے نہیں ہے تو نبی کا اُمتی ایسا کیسے ہوسکتا ہے ؟ جیسا باپ ویسا بیٹا جیسا نبی ویسا اُس کا مقتدی ہوگا، انبیاء علیہم السلام دُنیا میں آئے جب بھی اور جو بھی آئے وہ بھکاری بن کر نہیں آئے وہ دینے کے لیے آئے مانگنے کے لیے نہیں آئے ،اُن پر بخششیں نہیں کیں اُنہوں نے بخشش کی ہے سب پر۔

دُنیا میں دو جماعتیں ہوتی ہیں ان ہی جماعتوں کے اعتبار سے دو قیادتیں ہو جاتی ہیں ایک حزبِ اقتدار ہوتا ہے ایک حزبِ مخالف ہوتا ہے حزبِ اختلاف ہوتا ہے آج کے دور میں یہ اصطلاح عام متعارف ہے جب دو حزب ہو گئے تو اِن حزب کا کوئی قائد بھی تو ہوگا۔تو ایک قائد حزبِ اقتدار ہوتا ہے ایک قائد حزبِ اختلاف ہوتا ہے آپ جب قرآنِ پاک کو دیکھتے ہیں مطالعہ کرتے ہیں اُس میں انبیاء علیہم السلام کے تذکرے احوال پڑھتے اور پڑھاتے ہیں احادیث میں اُن کی

تفصیلات دیکھتے ہیں تو اُس سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے کہ جو قیادت کی سیٹ پر نہ بیٹھا ہو، نبی آتا ہی ہے قیادت کرنے کے لیے وہ مقتدی نہیں ہوتا وہ مقتدا ہوتا ہے اس لیے کہ اُس کو زمین اور آسمان کا جو مالک ہے جسے کو ہم ''اللہ'' کہتے ہیں وہ اس کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجتا ہے تو جب اللہ کا کوئی قائد نہیں ہے اور وہ کسی کا تابع نہیں ہے تو اللہ کا بھیجا ہوا خلیفہ کسی کا تابع کیسے ہوسکتا ہے اور اُس کا کوئی اور قائد بن جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے ؟ اُس کے تو لوگ تابع ہوں گے وہ کسی کا تابع نہیں ہوگا کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ اللہ کا نائب ہوتا ہے زمین پر، اس لیے ابراہیم علیہ السلام کا دیکھ لیجیے بادشاہوں کے دربار میں اُن کی گفتگو دیکھ لیجیے قرآنِ پاک میں تفصیل سے آئی ہے۔ نمرود لے اور اُس کی جماعت حزبِ اقتدار تھے وہ اُن کا قائد تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام (تن تنہا) حزبِ اختلاف، اُن کے ساتھ کوئی حزب نہیں تھا وہ تنہا تھے کوئی کہہ سکتا تھا کہ مصلحتاً اِس وقت خاموش رہیے ایک حزب (جماعت) بن جائے حزب کے بعد پھر کوئی بات کیجیے، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کا مزاج ایسا بنایا ہوتا ہے کہ غلط بات دیکھ کر وہ چپ نہیں رہ سکتا یہ نبی کی سرشت ہے اُس کی فطرت ہوتی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی جب ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے ان کے ساتھ رہنے کی خواہش کی تو حضرت خضر علیہ السلام تو نبیوں سے واقف تھے اُن کے مقام مرتبے اور اُن کے مقصد سے آگاہ تھے تو اُن سے بہتر کون جان سکتا تھا ﴿ قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴾ کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکتے چل نہیں سکتے، میں اور طرح کے کاموں کے لیے ہوں آپ اور طرح کے، میرے جو کام ہیں وہ جب آپ اُن کو ہوتا دیکھیں گے آپ اُس پر روک ٹوک کے بغیر رہ نہیں سکتے کیونکہ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں چیزیں کرے، صرف اَمر بالمعروف نہیں اَمر بالمعروف بھی کڑوا ہوتا ہے اور نہی عن المنکر تو بہت ہی زیادہ کڑوی چیز ہوتی ہے تو اُنہیں معلوم تھا اُنہوں نے کہا ﴿ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴾ تو خیر حضرت ابراہیم علیہ السلام تن تنہا اُس کے مقابل کھڑے ہو گئے اب اگر اُن کی مدد کے لیے تعاون کے لیے کوئی کھڑا ہوتا وہ اُس کو قائد نہ بناتے وہ خود قائد ہوتے کہ میں قائد ہوں میں قائدِ حزبِ اختلاف ہوں تم میرے ساتھ چلو، تو نبیوں کے دور میں اقتدار اگر اُن کے پاس نہیں تھا اور حزبِ اختلاف ہے تو قائد

نبی تھا کوئی اور نہیں تھا، نہ کوئی نواب تھا اُس دور کا نہ کوئی وڈیرہ نہ سردار کوئی نہیں بن سکتا جب نبی آئے گا تو پھر صرف وہی قائد ہوگا کوئی اور قائد نہیں بن سکتا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قصہ آتا ہے کہ ان کی والدہ چھوٹے سے کو لے آئیں کہ اِن کو کچھ پڑھائیے اُستاد کے پاس بٹھادیا تین چار سال عمر ہے صرف، روضہ نرسری اُس میں داخلہ دلایا اب جب اُستاد صاحب نے اور بچوں کو پڑھایا انہیں بھی پڑھایا بلالیا

تو اُستاد نے کہا پڑھو ''الف''

اُنہوں نے کہا وہ کیا ہوتا ہے ؟

اُنہوں نے یہ نہیں کہا ''الف'' اُنہوں نے اُستاد سے پوچھا وہ کیا ہوتا ہے ؟

اُستاد چکرا گئے کہ یہ کیا بات ہے ابھی میں نے اس سے کہا کہ ''الف'' پڑھو تو یہ کہتا کہ وہ کیا ہوتا ہے ؟

اس نے کہا کہ بس پڑھو ''الف''

اُنہوں نے کہا کہ وہ ہوتا کیا ہے مطلب کیا ہے ؟

اُستاد نے جھلاّ کر کہا کہ مطلب وطلب کوئی نہیں ہوتا تم پڑھو ''الف''۔

انہوں نے فرمایا جس چیز کا مطلب ہی کوئی نہیں ہوتا وہ میں نہیں پڑھتا۔

تو اُستاد نے کہا کہ ''الف'' کا بھی کوئی مطلب ہوتا ہے ؟

بچے نے کہا ہاں مطلب ہے۔

اُستاد نے کہا بتا کیا مطلب ہے ؟

تو اُنہوں نے کہا ایسے نہیں بتاؤں گا۔

اُس نے کہا کیسے بتائے گا ؟

اُنہوں نے کہا کہ آپ یہاں سے اُٹھ کر اِدھر بیٹھیں میری جگہ پر میں جب وہاں بیٹھوں گا تو بتاؤں گا اِس سے پہلے نہیں بتاؤں گا۔

۱؎ نمرود بن کوش بن حام

تو نبی کی سرشت میں قیادت ہوتی ہے اللہ نے اُسے جو لباس پہنایا ہے اُس پوشاک پر کوئی اور قائد اُس کی موجودگی میں آجائے تو وہ دھبہ ہوتا ہے، سب تابع ہوں گے چنانچہ اُنہوں نے جب اُدھر آکر الف پر بیان شروع کیا تو اُستاد ہکا بکا رہ گیا یا اللہ یہ کیا چیز ہے ! یہ بچہ ہے یا کوئی اور بلا ہے ! ! الف کا مطلب انہوں نے اُستاد کو بتانا شروع کیا جو اُستاد بھی نہیں سمجھ سکا، تو نبی قیادت کے لیے آتا ہے نبی ترس کے لیے نہیں آتا نبی ترس کھاتا ہے، دوسروں پر بخشش کرتا ہے اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ السُّفْلٰی.

بحرین سے مال آیا ایک لاکھ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ڈھیر لگادیا اور جب تک سارا تقسیم نہیں ہو گیا اُٹھ کر اندر تشریف نہیں لے گئے اور ایک درہم بھی آپ کے گھر کے اندر نہیں گیا نہ اپنی بیٹیوں کو نہ بیٹوں کو نہ ازواج کو، تو نبی بخشش کے لیے آتا ہے دینے کے لیے آتا ہے تو نبی کے اُمتی کی بھی یہی شان ہوتی ہے پوری اُمت کی بھی یہی شان ہے کہ وہ قیادت کرے گی۔

موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیں فرعون کے دربار میں پوری پارلیمنٹ ہے خطاب اور مکالمہ ہورہا ہے مذاکرہ ہورہا ہے کمزور سی جماعت اُن کے ساتھ ہے لیکن اُس کے قائد خود موسیٰ علیہ السلام ہیں اور قائدِ حزبِ اختلاف موسیٰ علیہ السلام ہیں قائدِ حزبِ اقتدار فرعون ، وہاں قائدِ حزبِ اقتدار نمرود قائدِ حزبِ اختلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام ، اور اسی طرح بہت سے انبیاء علیہم السلام کا ایسے ہی ہوا پھر جب اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام اُس کی قید سے آزاد ہوئے تو آزاد ہونے کے بعد اب اُن کی ایک مستقل حیثیت جیسی بھی تھی جہاں بھی تھی اب قائدِ حزبِ اقتدار جیسے بھی تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے کوئی اور نہیں آیا وہی قائد بنے (باقی) سب تابع۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی اُدھر حزبِ اقتدار تھا سرکش سردار تھے وڈیرے زمیندار تھے جاگیردار ظالم جبار تھے وہ جبابرہ کی جماعت تھی یہ اللہ کے رسول کے صحابہ کی جماعت تھی لیکن یہ بھیک نہیں مانگتے تھے بھکاری نہیں تھے شعبِ اَبی طالب میں جب سوشل بائیکاٹ ہوا اِس پاکیزہ جماعت کا تو چمڑے چبالیے جانوروں کا لید یوں دباکر اُس سے حلق میں قطرے ٹپکائے حلق کو گیلا کرنے کے لیے لیکن بھیک نہیں مانگی سوال نہیں کیا کسی سے صرف اللہ سے سوال کیا

پھر جب نبی علیہ السلام کو اللہ نے غلبہ دیا اور مدینہ منورہ تشریف لائے اور ایک نظام قائم ہوا تو اُس کی قیادت آپ نے عمر کو نہیں دی کہ عمر تم چونکہ رہے ہو وڈیروں میں اور ان کے مزاج کو جانتے ہو تمہارا ایک دبدبہ بھی ہے رعب بھی ہے ابوبکر بھی بچارے ایسے ڈھیلے ڈھالے سے ہیں اور میں تو اللہ کا نبی ہوں میں حکم چلاتا ہوا اچھا نہیں لگوں گا تم یہ کام کرو، نہیں، حکم چلانا ہے یا حکم نہیں چلانا وہ نبی کا کام ہے وہی کرے گا، آپ قائدِ حزبِ اقتدار ہوئے جب نظام قائم ہوا تو مذاکرات ہو رہے ہیں دستخط ہو رہے ہیں دعوت نامے بھیجے جا رہے ہیں یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے وفود جا رہے ہیں وفود آرہے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرتے ہیں اور آپ سے بات کرتے ہیں اور آپ تمام اُمور انجام دے رہے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے کاموں (ماتحت شعبوں) پر آپ نے جس کو لیڈر بنایا وہ لیڈر بن گیا میڈیا سیل بنایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس کا سب سے بڑا سردار بنایا اور اُس میں حضرت حسان ابن ثابتؓ عبداللہ ابن رواحہؓ چند اور (دیگر افراد)، یہ اُس وقت تک پورا میڈیا چلا رہے ہیں پورے عالمِ عرب میں جو وہ (کفار پروپیگنڈہ کرتے) یہ اُس کا جواب دیتے۔

بھائی ادھر وہ کیمرہ چلا رہا ہے اور یہ مسجد ہے اور ختمِ بخاری ہے اللہ کا گھر ہے اور تصویر کشی، اس بخاری شریف کا آخری صفحہ جو ہوا ہے اُس میں تین یا چار حدیثیں اسی وعید پر گزری ہیں کہ تصویر بنانے والوں کو آخرت میں کیا عذاب ہوگا، تصویر کا ایک فیشن بن گیا علماء بھی اس میں آپ کو نظر آتے ہیں صوفیاء بھی نظر آتے ہیں پیر بھی نظر آتے ہیں لیکن وہ روکتے ہیں جو لوگ آپ کو نظر آرہے ہیں وہ اِس کو دل سے پسند نہیں کرتے ہماری بھی تصویریں بن جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کرے آپ کو بھی معاف کرے لیکن گناہ کو گناہ سمجھتے رہو گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھنا یہ تو بہت خطرناک چیز ہوتی ہے کیونکہ گناہ کو گناہ سمجھنا یہ بھی ایمان ہے اس لیے بھائی اس سے ہمیں بہت بچنا ہے ہمارے طلباء میں بھی ہمارے مذہبی طبقے میں بھی یہ وباء پھیل رہی ہے اِس کو برا ہی نہیں سمجھتے اس طرح اس کو استعمال کرنے لگے ہیں بہرحال اگر کوئی کر بھی لے استعمال تو اسے گناہ ہی سمجھے اور استغفار کرتا رہے تو اللہ بچا لیں گے۔

تو بات چل رہی تھی میڈیا سیل کی ، اسی طرح تجارتی معاملات میں رہنمائی آپ سے لیتے آپ ذمہ دار بناتے تھے عسکری معاملات میں مختلف جگہوں کے کورکمانڈر مقرر کرتے تھے یمن کی طرف فلاں کو فلاں کو فلاں کو بھیج دیا ، قائد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے مرکز دارُالخلافہ مدینہ منورہ تھا تو نبی جب ہوتا ہے تو قیادت کے لیے ، اس لیے جب نبی چلا جاتا ہے تو نبی کی جو اُمت ہوگی وہ قیادت کے لیے ہوتی ہے وہ بھیک مانگنے کے لیے نہیں ہوتی پیچھے چلنے کے لیے نہیں ہوتی پیچھے چلانے کے لیے ہوتی ہے ، بات تو بہت لمبی ہوجائے گی ، عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی چلا نظام ، ایک سو سال نہیں دو سو سال نہیں تین سو سال نہیں چار سو سال نہیں پورے بارہ سو سال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت تن تنہا پوری دُنیا کی سپر طاقت تھی پوری دُنیا کی قیادت ہمارے ہاتھ میں تھی سیاست آپ کے ہاتھ میں تھی عسکریت آپ کے ہاتھ میں تھی فوجیں آپ کے اشارے پر حرکت کرتی تھیں آگے بڑھتی تھیں تو آپ کے حکم پر ، واپس آتی تھیں تو آپ کے حکم پر ، تجارت آپ کی ، کسٹم ڈیوٹی آپ کی مرضی سے لگتی تھی ، کافر لگاتے تھے ہمارے مال پر ڈیوٹی تو ہم بھی لگاتے تھے اُن کے مال پر ڈیوٹی وہ نہیں لگاتے تھے تو ہم بھی نہیں لگاتے تھے ، سارا بارڈروں کا نظام زمینوں کی پیمائش کے ماہر صحابہ کرامؓ سارا اعراق تا عجم کا سروے ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سروے کے ماہر ، آج ''سروے'' کا لفظ ''مولوی'' پر بولا جائے کہیں گے مولوی اور سروے ! اِنا للہ وہ مولوی کیسا جو صحابہ کو نہ مانے صحابہ کے غلام ہوتے ہیں مولوی بھائی ، مولوی الحمدللہ صحابہ کے غلام ہوتے ہیں (مگر) آج کل سارے دہشت گرد ہیں (حکام کی نظر میں) حالانکہ صحابہ کے ماننے والے ہیں بہت سے صحابہ کرامؓ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لانے سے پہلے ہم دہشت گرد تھے سب صحابہ مانتے ہیں سوائے چند ایک کے تو اُن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طرح کے مزاج کے مالک تھے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا اور طرح کا مزاج تھا لیکن ایسے بھی تھے جو سرداروں وڈیروں نوابوں کی طرح کے مزاج کے مالک تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ، شراب بھی پیتے تھے شراب تو مسلمانوں میں بعد میں بھی پی گئی ہے اس لیے کہ حلال تھی حرام نہیں تھی ، بعد میں جب حرام ہوگئی سب بہادی صحابہ کرامؓ نے ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اِسی طرح اور

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بہت بعد میں ایمان لائے اس سے پہلے اسلام کے بدترین دشمن تھے تو یہ دہشت گرد تھے اسلام لانے کے بعد یہ سب سے بڑے کائنات (میں اَمن) کے علمبردار بنے ایسے بنے کہ وہ نظام میں نے آپ سے عرض کیا بارہ سو سال چلا دُنیا کی سپر طاقت واحد اسلام تھا، نیو ورلڈ آرڈر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔

بدعملی آئی نبی علیہ السلام کی تعلیمات سے دُور ہوتے گئے بے مروتی برتتے گئے اللہ تعالیٰ نے وہ تخت جو رسول اللہ ﷺ کے لیے بچھایا اور اُس پر آپ کے اُمتی بیٹھے جب اُمت نے اعمال اچھے نہیں کیے تو اللہ نے وہ تخت ہمارے پیروں کے نیچے سے کھینچ کر اوندھے منہ ہمیں گرا دیا، آج کفر اقتدار پر ہے اور ہم اس حزبِ اختلاف کی حیثیت میں بھی نہیں ہیں، یہ کیوں ؟ کیونکہ ہم نے نبی علیہ السلام کی تعلیمات سے غفلت برتی ہے کفر کی سازشوں کا شکار ہو گئے۔

اب بات کو سمیٹتا ہوں پہلے یہ تھا جب اسلامی حکومت تھی کہیں سکول کالج یونیورسٹی اور دینی مدرسہ یہ الگ الگ نہیں تھے ''جامعہ'' (یونیورسٹی) نام ہوتا تھا یا ''کلیہ'' (کالج) نام ہوتا تھا اُس کے اندر پورا درسِ نظامی بھی پڑھایا جاتا تھا اُس میں پوری سائنس اور انجینئرنگ بھی پڑھائی جاتی تھی اُس میں سیاست بھی پڑھائی جاتی تھی اُس میں معاش اور اقتصادی مسائل بھی سب پڑھائے جاتے تھے، ایک ہی مدرسے سے سب فارغ ہوتے تھے دین کی ایک ضروری تعلیم ہر ایک کو دی جاتی تھی اُس میں پھر جو تخصص (specialization) کرنے کے لیے جو عالم بننا چاہتا ہے فقیہ اور محدث بننا چاہتا ہے وہ اسی کالج اور یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، جو انجینئرنگ کی طرف ہو وہ بھی دین کی ضروری تعلیم کو سیکھ کر اُس طرف چل پڑتا تھا، جس نے تعمیرات کا ماہر بننا ہے وہ اُدھر چلتا تھا یہ نظام ہمیشہ چلتا رہا اور یہاں ہندوستان میں بھی یہی تھا کہ تمام علوم سب کے سب حساب جغرافیہ سائنس اور دینی تعلیم ایک ہی جگہ ہوتی تھی۔

انگریز جب انڈیا آیا اُس نے کہا میں تو آیا ہوں ہمیشہ تو یہاں نہیں رہوں گا میرا نہ وطن ہے نہ یہ دیس، تو ایک ایسا نظام مضبوط بنا گیا اور کالی چمڑی والے ایسے (وفادار) جاسوس اور ایجنٹ چھوڑ گیا یہاں جو اُس کے بنائے ہوئے نظام کو آج تک سینے سے لگائے ہوئے ہیں اُس نے ایک ایسی تفریق کی

کہ کالج الگ اور دینی مدرسہ الگ تا کہ دو مختلف سوچوں کے لوگ اِن ہی میں تیار ہو کر چلتے رہیں ہمیشہ اِسی طرح ٹکراؤ ہوتا رہے اور میں جب چاہوں اِن میں تصادم کراؤں جب چاہوں ان کو روک دوں تا کہ میرا اقتدار جو ہے اُس طرف یہ نہ دیکھ سکیں کرسی کی طرف یہ نہ دیکھیں اُس نے آکر سیاست اور مذہب کی تفریق کردی جس نے دین سیکھنا ہو تو وہ اِدھر چلا جائے اور جس نے سیاست کرنی ہو یا کوئی اور دنیا کی تعلیم حاصل کرنی ہو وہ اِدھر آجائے تو یہ تفریق جو اُس نے کی بڑی کامیاب پالیسی اُس نے اپنے اعتبار سے بنائی ایسی کامیاب پالیسی کہ اب دوسو ڈھائی سو سال ہو گئے ہیں ابھی تک تو اُس کی کامیابی چل رہی ہے اس لیے کہ خود ہمارے اندر بہت سے مسلمان اُس کے ایجنٹ بن گئے ہیں ورنہ اُس کی پالیسی کو ناکام کرنا ایک دن کا کام ہے الحمد للہ کوئی مشکل چیز نہیں ہے مصیبت یہ ہے کہ ہم میں سے مسلمان ہی اُن کا تحفظ کر رہے ہیں اور اُن کے مقصد میں آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔

ہمارے ملک کی ایک عورت سابق وزیرِ خارجہ ہے حنا ربانی غالبًا اُس کا نام ہے اُس نے اپنے آبائی علاقے جنوبی پنجاب میں بہت زمینیں ہیں اُس کی ہزاروں ایکڑ ہیں میں نے سنا ہے وہاں اُس نے اخبارات میں بھی آیا تھا غیر ملکی سفراء کی دعوت کی تھی کافروں کی خاص طور پر امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اُس میں پُر تکلف کھانے تو تھے ہی تھے اُس میں اس نے اپنے آباؤ اجداد کے وہ کارنامے بتائے جو اُنہوں نے انگریز کی وفاداری میں کیے کہ ہم ایسے ہیں ہم ایسے ہوئے ہیں ہم آپ کے ایسے وفادار ہیں میرے باپ نے یہ کیا میرے دادا نے یہ کیا میرے پڑدادا نے یہ کیا کیونکہ اُن کی خدمات کے صلہ میں یہ زمینیں گاؤں کے گاؤں الاٹ کیے تو اُس نے یہ چیزیں بتائیں، ایک مسلم ملک کی وزیرِ خارجہ کی پستی کا جب یہ عالم ہوگا تو وہاں اسلام کیسے پنپے گا دینی قوتیں کیسے بڑھیں گی، اِس دور میں بہت خطرناک حالات ہوتے جا رہے ہیں اور مزید خطرات بڑھ رہے ہیں اور مسلمانوں کو آپس میں خطرناک لڑائی میں جھونکنے کی تیاریاں بالکل آخری مرحلے پر ہیں اس لیے ہمیں ہوش کے ناخن لینے ہیں اللہ سے مدد مانگنی ہے اور کوشش یہ کرنی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں میں جو دو فریق بنائے گئے ہیں اور دُوریاں پیدا کی جارہی ہیں اس کو کم سے کم کریں آپ دینی مدارس بھی قائم کریں آپ سکول کالج کی تعلیم

بھی حاصل کریں آپ مدرسے میں وہ تعلیم بھی دیں اور کوشش کریں کہ ان کے مدرسوں میں آپ جا کر اُن کو یہ تعلیم دیں تاکہ یہ پالیسی انگریز کی ناکام ہوسکے، ناکام نہ ہوسکے تو اس کا نقصان کم سے کم ہوتا رہے آہستہ آہستہ کبھی نہ کبھی اللہ مدد کرے گا کہ اچھے نتائج سامنے آسکیں گے لیکن کفر کی چالاکیاں عیاری کو سمجھنا ضروری ہے۔

آپس کے اختلاف انتشار سے بچیں اِس وقت ہم دیوبندیوں میں ہی اتنے گروپ اور جماعتیں ہیں ہندوستان میں بھی پاکستان میں بھی بنگلہ دیش میں بھی پورے برصغیر میں، ایک دوسرے سے دُوری اور بغض ہے نفرت ہے بھائی یہ چیز ہمیں تباہ کردے گی ہماری قوت کو اِس نے ختم کیا ہوا ہے کوشش کرنی ہے کہ اختلاف سے دُور ہو کر جو ہم اصل میں حنفی ہیں دیوبندی اہلِ سنت والجماعت حنفی مسلک بس اس پر رہتے ہوئے جو ہماری بڑی بڑی جماعتیں ہیں بس اُن سے زیادہ سے زیادہ قریب رہنا ہے چھوٹی چھوٹی تنظیموں میں وابستہ رہیں بھی تو لڑائی بھی نہیں کرنی اُن سے وابستہ بھی نہیں رہتے تو لڑنا بھی نہیں اُن سے لیکن کوشش کریں کہ سب بڑی بڑی جو جماعتیں ہیں ہماری اُس سے جوڑیں گے تو انشاء اللہ ہماری قوت میں اضافہ ہوگا اور باطل ڈرے گا۔

بخاری شریف میں آپ نے پڑھا ہے کہ رُعب اور دبدبہ اِس کا پلہ ذرا جھکا رہے بہ نسبت شفقت اور رحم کے، یہ (پالیسی) اُن لوگوں کے لیے ہے جو صاحبِ اقتدار ہیں تُرْهَبُوْا خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُرْحَمُوْا تو یہ اُمت (کی قوتِ مقتدرہ) کے لیے تعلیم ہے۔ مگر اب ہم مسکنت کی حالت میں ہیں آج ہم پر ترس کھایا جاتا ہے یہ بیچارے یہ بیچارے، پہلے آپ ترس کھاتے تھے لوگوں پر اور آپ عدل وانصاف سے کام لے کر لوگوں کو عدل وانصاف دیتے تھے امن کا پرچار تھا امن قائم تھا آج بہت خراب حالات ہیں اس لیے بھائی اختلاف سے بچنا ہے اور اتفاق واتحاد کی طرف آنا ہے۔

اور میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلباء اور تمام متعلقین کو ایک نصیحت بہت زیادہ کرتے تھے کہ سورۂ کہف اس دور میں ہر آدمی پڑھا کرے یہ صرف علماء کے لیے نہیں ہے نہ طلباء کے لیے بلکہ ہر مسلمان کے لیے ہے یہ رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا وظیفہ ہے اور

یہ قیامت تک کے لیے با اَثر ہے اور اس سے مضبوط طاقتور عمل اور وظیفہ کوئی نہیں ہوسکتا اس کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ جو یہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کو دجال کے فتنوں سے بچائے رکھے گا جب بڑے دجال اور اُس کے فتنوں سے بچائیں گے تو اُس سے پہلے جو چھوٹے دجال آئیں گے تو اُن سے تو بطریقہ اولیٰ محفوظ رہے گا۔

''فتنہ'' کس کو کہتے ہیں ؟ ایک ہے حق ایک ہے باطل وہ واضح ہوتے ہیں، فتنہ اُسے کہتے ہیں کہ باطل حق کے روپ میں آجائے جب باطل حق کے روپ میں آئے گا اندر سے وہ باطل اُوپر سے وہ حق ہوگا تو پھر اُس میں ولی بھی پھسل سکتا ہے عالم بھی پھسل سکتا ہے جاہل تو پھسل ہی جاتے ہیں کیونکہ وہ تو جان بوجھ کر تھوڑا ہی پھسلا وہ تو حق سمجھ کر گیا ہے بیچارہ صحیح سمجھ کر گیا جان بوجھ کر نہیں گیا تھا تو ایسی چیز سے کہ جو اندر سے باطل ہو اُوپر سے حق ہو اُس سے بچنا صرف اللہ کی مدد سے ہوسکتا ہے اللہ کی مدد ہوتی ہے اُس کی طرف سے فرشتے مقرر ہوجاتے ہیں وہ اس کو اس طرف چلنے نہیں دیں گے دل میں بات ڈالیں گے ایسی کہ اُدھر سے بچ جائے گا جانے لگا ہے اور ایک دم بچ جائے گا قریب جائے گا پھر واپس کھینچ لائیں گی (غیبی) قوتیں، تو علم کے زور پر انسان فتنے سے نہیں بچ سکتا یہ صرف اللہ کی خاص مدد اور نصرت سے بچ سکتا ہے کہ اللہ اُس کی دستگیری کریں اس لیے سورۂ کہف جو ہے بھائی یہ ہر جمعہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کو پڑھنی چاہیے کیونکہ اِس کی برکت سے دجال کے فتنے سے اللہ ہمیں بچائیں گے، جمعہ کے دن مسجد میں تو آنا ہی ہوتا ہے آپ لوگ دس منٹ پہلے آجائیں اور یہ پندرہویں پارے میں ہے یہ سات آٹھ رکوع کی سورت ہے اس کی ہر جمعہ کو تلاوت کر لیا کیجئے اللہ تعالیٰ ہماری آپ سب کی حفاظت فرمائے ہم سب کو فتنوں سے بچائے رکھے ایمان پر ثابت قدمی عطا فرمائے خاتمہ ایمان پر فرمائے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور اُن کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

نوٹ : جامعہ مدنیہ جدید میں تکمیل بخاری کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم کا بیان مئی کے آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔(ادارہ)

قسط : ۱

فضیلت کی راتیں

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

موجودہ دور میں لوگ تقریبًا ہر چیز ہی میں افراط و تفریط کا شکار ہیں خواہ اُس چیز کا تعلق دین سے ہو یا دُنیا سے، عقائد سے ہو یا اعمال سے، کچھ لوگ اُس کو بڑھا کر اُس کے اصل مرتبہ و مقام سے بھی آگے لے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اُسے اُس کا جائز مقام دینے کو بھی تیار نہیں ہوتے، ان ہی افراط و تفریط کا شکار چیزوں میں سے چند مخصوص راتیں بھی ہیں کچھ لوگ تو اِن راتوں کی فضیلت کا اِس قدر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب کچھ اِن ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ سرے سے اِن کی فضیلت ہی کے منکر ہیں اور تحریرًا و تقریرًا اِن کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، شریعتِ مقدسہ میں افراط و تفریط سے ہٹ کر درمیانی راہ بتلائی گئی ہے اگر اُس پر چلا جائے تو منزل پر پہنچا جا سکتا ہے اور مقصود کو پایا جا سکتا ہے۔

راقم الحروف سے بعض احباب نے اِس بات کا تقاضا کیا کہ ایک رسالہ ترتیب دیا جائے جس میں اِن راتوں کے متعلق افراط و تفریط سے بچتے ہوئے جو فضائل آئے ہیں اُن کا تذکرہ کیا جائے اور ان کے متعلق اسلاف کا جو عمل متوارث ہے اُسے بیان کیا جائے نیز جو لوگ ان کے متعلق افراط و تفریط کا شکار ہیں اُن کی غلط فہمیاں دُور کی جائیں، خود راقم کا بھی عرصہ سے یہ خیال تھا احباب کے تقاضے سے اس کام کا مزید داعیہ پیدا ہوا چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا، اس میں ہمارا اسلوب یہ ہوگا کہ اولاً تو اِن راتوں کے متعلق قرآن و حدیث میں جو فضائل آئے ہیں وہ ذکر کیے جائیں گے، ثانیًا اِن راتوں میں اسلاف کا معمول ذکر کر کے جو منکرات اِن میں کیے جاتے ہیں اُن کی تردید کی جائے گی، ثالثًا منکرین کے شکوک و شبہات کا جواب دیا جائے گا، وباللہ التوفیق۔

حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو اپنی جگہ ہر رات محترم اور فضیلت کی حامل ہے یہی وجہ ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں رات کے قیام اور اُس میں دعا کرنے کی بڑی اہمیت بتلائی گئی ہے چنانچہ حضرت

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

یُحْشَرُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فَیَقُوْلُ اَیْنَ الَّذِیْنَ کَانَتْ ﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ فَیَقُوْمُوْنَ وَھُمْ قَلِیْلٌ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ.[۱]

''قیامت کے دن سب لوگ (زندہ کیے جانے کے بعد) ایک وسیع اور ہموار میدان میں اکٹھے کیے جائیں گے پھر اللہ کا منادی پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جن کے پہلو راتوں کو بستروں سے الگ رہتے تھے (یعنی اپنے بستر چھوڑ کر جو راتوں کو تہجد پڑھتے تھے) پس وہ اِس پکار پر کھڑے ہو جائیں گے اور اُن کی تعداد زیادہ نہ ہوگی پھر وہ اللہ کے حکم سے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں چلے جائیں گے اِس کے بعد باقی تمام لوگوں کے لیے حکم ہوگا کہ وہ حساب کے لیے حاضر ہوں۔''

حضرت عمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَّذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَکُنْ.[۲]

''اللہ تعالیٰ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصے میں ہوتے ہیں، پس اگر تم سے ہو سکے تو تم اُن بندوں میں سے ہو جاؤ جو اِس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم اُن میں سے ہو جاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْأَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ.[۳]

---

[۱] شعب الایمان للبیھقی رقم الحدیث ۲۹۷۴ [۲] سُنن الترمذی رقم الحدیث ۳۵۷۹

[۳] بخاری شریف کتاب التھجد رقم الحدیث ۱۱۴۵

''ہمارے مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اُس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اُس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اُس کو بخش دوں۔''

ان احادیثِ مبارکہ کی طرف نظر کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ ہر رات ہی اہمیت کی حامل ہے یہی وجہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی کے حاضر باش اور لذتِ عبادت ومناجات سے آشنا شب زندہ دار لوگ بلاتفریق تمام راتوں کو اپنی عبادات سے معمور رکھتے ہیں اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ مقصودِ اصلی مالک کی رضا ہو اور وہ ہر رات اپنی رضا سے نوازنے کے لیے ندا کروا رہا ہے کسی نے خوب کہا مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ قَدْرَ لَیْلَۃٍ لَمْ یَعْرِفْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ جس نے ''رات'' کی قدر نہ جانی اُسے '' لَیْلَۃَ الْقَدْرِ '' کی کیا قدر معلوم ہوگی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''بوستان میں حکایت ہے کہ کسی شہزادہ کا ایک ''لعل'' شب کے وقت کسی جگہ گر گیا تھا اُس نے حکم دیا کہ اُس مقام کی تمام کنکریاں اُٹھا کر جمع کریں اِس کا سبب پوچھا تو کہا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کی جاتیں تو ممکن تھا کہ ''لعل'' اُن میں نہ آتا اور جب ساری کنکریاں اُٹھائی گئی ہیں تو لعل ضرور آ گیا ہے، کسی نے اِسی جملہ کا ترجمہ خوب کیا ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی اَز شبِ قدر نشانی ہر شب شبِ قدر است گر قدر بدانی [1]

تاہم اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ذوقِ عبادت اور لذتِ مناجات سے ناآشنا اور کوتاہ ہمت ہیں ایسے لوگوں کے لیے غنیمت ہے کہ وہ چند مخصوص راتوں ہی میں صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اُسے راضی کر لیں، اِسی جذبے کے تحت مخصوص راتوں کے فضائل قلم بند کیے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

---

[1] فضائل صوم وصلوٰۃ ص ۳۷۹

وہ چند مخصوص راتیں جن کی فضیلت قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے درجِ ذیل ہیں :

(۱) شبِ معراج (۴) ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں

(۲) شبِ براءت (۵) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتیں

(۳) شبِ قدر (۶) شبِ جمعہ

شبِ معراج :

مشہور قول کے مطابق بعثتِ نبوی کے گیارہویں سال رجب کی ستائیسویں شب آنحضرت ﷺ کے ساتھ واقعہ معراج پیش آیا جس کی تفصیل احادیث و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے، اِس شب آنحضرت ﷺ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تشریف لے گئے وہاں آپ نے تمام انبیاء کرام کی نماز میں امامت فرمائی پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں اور جنت و جہنم کی سیر کرتے ہوئے آپ بارگاہِ الٰہی میں تشریف لے گئے اور زیارتِ خداوندی نیز ذاتِ باری تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا، اِسی موقع پر آپ کو دن و رات میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم ہوا آپ بارگاہِ الٰہی سے یہ عطیہ اُمت کے پاس لائے، اِس لحاظ سے یہ شب انتہائی افضل و مبارک شب ہوئی۔

لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہ افضلیت و شرف صرف اُسی ایک شب کو حاصل ہوا جس میں واقعہ معراج پیش آیا تھا نہ کہ ہر سال کے رجب کی ستائیسویں شب کو، لہٰذا ہر سال کے رجب کی ستائیسویں شب کو افضل سمجھنا صحیح نہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحیح یا حسن یا اَقل درجہ کی ضعیف حدیث [1] میں رجب کی ستائیسویں شب کی فضیلت یا اُس کے متعلق کوئی خاص عمل نہیں آیا، نہ ہی اسلاف سے اِس شب میں کوئی خاص عمل متوارث ہے اس لیے چاہیے تو یہ کہ اپنی طرف سے اِس شب میں کسی بھی قسم کا کوئی خاص عمل نہ اپنایا جائے لیکن دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے لوگ اِس شب کی

[1] رجب المرجب کی ستائیسویں شب کے متعلق جو اَحادیث آئی ہیں اُن روایات کی جانچ پرکھ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''تنبیہ الرجب بما ورد فی فضل رجب'' میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''ما ثبت بالسنۃ'' میں کی ہے، اہلِ علم حضرات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے خاص قسم کے اعمال کرتے ہیں، ذیل میں اُن اعمال کو ذکر کر کے اُن کا مختصر تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

رجبی کا بیان :

حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم گمتھلوی خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمہما اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''رجب کی ستائیسویں رات کو معراج شریف کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور دھوم دھام سے جلسے ہوتے ہیں جن میں فضول خرچی اور بے جا زینت اور ضرورت سے کہیں بڑھ کر روشنی وغیرہ وہوتی ہے، شریعت میں اِس ہیئت ِ متعارفہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضول خرچی وغیرہ کی صاف طور پر ممانعت اور سخت مذمت وارد ہوئی ہے اور اگر کوئی مجمع اِن خرافات سے پورا پرہیز رکھ کر کیا جاوے تب بھی کم از کم دن کی تعین کا تو گناہ ہے ہی کیونکہ اِس تذکرہ کے واسطے شریعت نے کوئی دن معین نہیں فرمایا۔''

دوسرے قاعدہ ہے کہ اگر کسی غیر ضروری فعل سے دوسرے لوگوں کے عقائد بگڑنے کا اندیشہ ہو تو اُس فعل کو بالکل ترک کر دیا جائے گا، اس واسطے ترکِ منکرات کے باوجود بھی ایسی مجلسوں کی اجازت نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم ربیع الاوّل کے بیان میں مفصل لکھ چکے ہیں ۔اور بعض لوگ جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ فضیلت کے ایام کا دھیان نہیں رہتا اور نہ فضیلت ذہن نشین ہوتی ہے جب تک کہ موقع پر اِس کی تفصیل نہ کی جاوے اِس واسطے جن دنوں میں کوئی فضیلت ہو اُن کا بیان خاص خاص موقعوں پر مفصل سنانے کی ضرورت ہے تا کہ بے خبر لوگوں کو پتہ لگ جائے اور جو پیشتر سے واقف ہیں اُن کو یاددہانی ہو جاوے۔

سو اِس کا ایک جواب تو وہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی اگر اِس یاددہانی سے کسی خرابی کا اندیشہ نہ ہوتا اور کوئی امرِ منکر بھی شامل نہ ہوتا تو اِس میں فی نفسہٖ مضائقہ نہ تھا لیکن جب خرابی ٔعقائد کی نوبت آگئی تو منع کرنا لازم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یاد دہانی کے واسطے نہ کسی دن کو خاص کرنے کی ضرورت نہ کسی ہیئتِ خاصہ کی حاجت ہے نہ اہتمامِ مجمع کی، جب موقع ہو اہلِ علم اپنے طور پر وعظ وغیرہ میں ذکر کر دیں جیسا کہ شبِ قدر وغیرہ کے متعلق معمول ہے۔

غرض یہ کہ ذکرِ معراج شریف تو باعثِ ثواب ہے اور اِس سے حضور ﷺ کی عظمت اور محبت بڑھتی ہے اور واقعہ معراج سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں اور اُس میں جو جو حکمتیں ہیں اگر اُن کا بیان بھی کیا جاوے تو سونے پر سہاگہ ہو جائے لیکن اس کے واسطے خاص ماہِ رجب کی تخصیص کرنا بلکہ ستائیسویں شب کو لازم قرار دینا حدودِ شرعیہ سے تجاوز اور بدعت ہے وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ اور اگر اس میں ریاء تفاخر، اسراف وغیرہ شامل ہو جائیں تو کریلا اور نیم چڑھا کا مصداق بن جاتا ہے، خوب سمجھ لو حق تعالیٰ فہمِ سلیم اور اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔'' (بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۲۷، ۲۸)

ہزاری روزے کا بیان :

عام لوگ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا ثواب ایک ہزار روزے کے برابر سمجھتے ہیں اسی واسطے اِس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں مگر یہ فضیلت ثابت نہیں کیونکہ اکثر روایات تو اِس بارے میں موضوع ہیں اور بعض جو موضوع نہیں وہ بھی بہت ضعیف ہیں اس لیے اِس روزہ کے متعلق سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا ہوا کہ بعض لوگ ستائیس رجب کو روزہ رکھنے لگے جب آپ کو اِس کا علم ہوا تو آپ نے اُن سے زبردستی روزے کھلوائے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ :

عَنْ خَرْشَةَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَضْرِبُ اَكُفَّ الرِّجَالِ فِیْ صَوْمِ رَجَبٍ حَتّٰى يَضَعُوْهَا فِی الطَّعَامِ وَ يَقُوْلُ رَجَبُ وَمَا رَجَبُ ؟ شَهْرٌ يُعَظِّمُهُ الْجَاهِلِيَّةُ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ تُرِكَ.[۱]

---

[۱] رواہ ابن ابی شیبة و الطبرانی فی الاوسط بحوالہ ماثبت بالسنة ص ۳۴۰

''حضرت خرشہ بن حُر رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ رجب کے روزہ داروں کو پکڑ کر کھانا کھلاتے تھے اور فرماتے تھے یہ رجب، یہ رجب کیا چیز ہے ؟ سنو ! رجب وہ مہینہ ہے جسے ایامِ جاہلیت میں معظم مانا جاتا تھا لیکن اسلام نے آکر اِس کو ترک کر دیا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِس قول و عمل کی موجودگی میں بہتر یہی ہے کہ ستائیسویں رجب کو روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ اگر اِس کی فضیلت ثابت ہوتی یا یہ مسنون ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اِس سے منع نہ فرماتے بلکہ خود رکھتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے۔

رجب کی ستائیسویں شب میں چراغاں کرنا :

بہت سے لوگ رجب کی ستائیسویں شب کو چراغاں کرتے ہیں چنانچہ کچھ تو چھتوں پر موم بتیاں جلاتے ہیں اور کچھ بجلی کی چھوٹی بتیاں روشن کرتے ہیں اِس کام میں جہاں اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے وہیں عقائد بھی خراب ہوتے ہیں۔

ایک خاتون سے میں نے پوچھا کہ خالہ آپ یہ موم بتیاں کیوں جلاتی ہیں ؟ وہ بولیں کہ ''اِس رات ہمارے نبی کی سواری گزرتی ہے'' غور کا مقام ہے کہ لوگوں کے عقائد و اعمال میں کہاں تک خرابی آچکی ہے ہمیں چاہیے کہ ہم تمام ایسے کام چھوڑ دیں جو شریعت سے ثابت نہیں کیونکہ ایسے کام کرنے سے ثواب ملنا تو بہت دُور رہا اُلٹا گناہ ہوتا ہے۔

تنبیہ :

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ہم لوگوں نے تو قطعی اور یقینی طور پر رجب کی ستائیسویں شب ہی کو شبِ معراج تصور کر رکھا ہے حالانکہ شبِ معراج کے مہینہ کی تعیین میں علماء کے پانچ اقوال ملتے ہیں :

(١) بعض کے نزدیک شب معراج ربیع الاوّل میں ہوئی ہے (٢) بعض کے نزدیک ربیع الثانی میں ہوئی ہے (٣) بعض کے نزدیک رجب میں ہوئی ہے (٤) بعض کے نزدیک رمضان میں ہوئی ہے

(۵) بعض کے نزدیک شوال میں ہوئی ہے۔

چنانچہ علامہ سیّد محمد زرقانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

(وَلَمَّا کَانَ فِیْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ) اَوِلْاٰخِرِ اَوْ رَجَبٍ اَوْ رَمَضَانَ اَوْ شَوَّالٍ اَقْوَالٌ خَمْسَۃٌ (اُسْرِیَ بِرُوْحِہٖ وَجَسَدِہٖ یَقْظَۃً) .[1]

''جب ربیع الاوّل کا مہینہ ہوا، یا ربیع الآخر کا، یا رجب کا، یا رمضان کا، یا شوال کا اِس سلسلہ میں یہ پانچ اقوال ہیں تو آپ کو رُوح مع الجسم بیداری کی حالت میں معراج کرائی گئی۔''

ایسی صورت میں قطعی و یقینی طور پر یہ سمجھ لینا کہ شبِ معراج رجب کی ستائیسویں شب ہی ہے انتہائی غلط ہے، اِسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ واقعہ معراج مشہور قول کے مطابق بعثت کے گیارہویں سال پیش آیا ہے اِس کے بعد آنحضرت ﷺ تقریبًا بارہ سال حیات رہے ہیں، کیا آپ نے اِن بارہ سالوں میں اِس شب میں کوئی خاص عمل کیا ہے یا لوگوں کو ترغیب دی ہے ؟

احادیث و سیر کی کتابوں پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب کتب اِس سلسلہ میں خاموش ہیں، اسی طرح صحابہ کرام کے سو سالہ دور پر نظر ڈالیے وہاں بھی اس شب کے متعلق کچھ نظر نہیں آتا، آگے تابعین و تبع تابعین کا دور بھی اِس سے خالی نظر آتا ہے۔

الغرض قصہ مختصر یہ ہے کہ چونکہ اِس شب کی بابت احادیثِ مبارکہ میں نہ کوئی خاص نماز آئی اور نہ روزہ رکھنا اور چراغاں کرنا اس لیے ہمیں اس شب کی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اِن اُمور کی انجام دہی سے گریز کرنا چاہیے اور سلفِ صالحین کے طریقہ کو اپنانا چاہیے کہ اِسی میں فلاح اور نجات ہے۔ (جاری ہے)

[1] الزرقانی شرح المواہب اللدنیۃ ج ١ ص ٣٥٥

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۶؍ مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا رمضان صاحب کی دعوت پر تکمیل بخاری کی تقریب میں شرکت کی غرض سے مدرسہ کشف العلوم کوٹ رادھا کشن تشریف لے گئے جہاں آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی اور تفصیلی خطاب فرمایا۔

۱۶؍ مارچ کو بعد نمازِ مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا یعقوب صاحب کی دعوت پر جامع مسجد دارُ القرآن مزنگ تشریف لے گئے۔

۱۸؍ مارچ کو بعد نمازِ عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا احسان صاحب کی دعوت پر سالانہ ختم نبوت پروگرام میں شرکت کے لیے شیر شاہ کالونی (دبئی ٹاؤن) تشریف لے گئے جہاں آپ نے ختمِ نبوت کے موضوع پر تفصیلی بیان فرمایا۔

۱۹؍ مارچ کو بعد نمازِ مغرب حضرت مولانا سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات فرمائی، حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

۲۳؍ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ/۲۳؍ مارچ ۲۰۱۷ء کو صبح نو بجے جامعہ مدنیہ جدید میں تکمیل بخاری شریف کی پُر وقار تقریب منعقد ہوئی، اس موقع پر اساتذہ نے طلباء کرام کو دستارِ فضیلت سے نوازا، ملک بھر سے فاضلین کے عزیز و اَقارب اور علماءِ کرام نے شرکت فرما کر محفل کی رونق کو دوبالا کر دیا۔

ڈیرہ غازی خان کے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مدظلہم نے بھی حاضرین سے بہت موثر انداز میں خطاب فرمایا، بعد اَزاں جامعہ کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہم نے اپنے خاص انداز سے حاضرین کو وعظ و نصیحت فرمائی، آخری بیان سے پہلے جامعہ جدید کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم تشریف لائے اور دورِ حاضر میں عالمِ اسلام کے

انحطاط اور اُس کے تدارک کی اجتماعی کوشش کی اہمیت پر زور دیا، حضرت مہتمم صاحب کے بیان کے بعد جامعہ جدید کے فضلاء میواتی برادران نے جامعہ اور اساتذہ کی مدح میں لکھا گیا ترانہ سامعین کو سنایا۔

آخر میں مہمانِ خصوصی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہم العالی نے اختتامی درس دیا جس میں محدثانہ نکات بیان فرماتے ہوئے فقہاء اور ائمہ مجتہدین کے مرتبہ عالی پر روشنی ڈالی، اِجتماعی دُعا سے قبل فارغ التحصیل طلباء میں سے سات کا اِجتماعی نکاح ہوا بعد اَزاں جامعہ کے فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔

اِس مبارک تقریب میں کثیر تعداد میں فضلاء کے عزیز و اَقارب اور معزز حضرات اور دیگر بہت سے مہمانانِ گرامی ملک بھر سے تشریف لائے، صبح نو بجے تقریب کا آغاز ہوکر دوپہر ایک بجے اِختتام ہوا۔

۲۵/ مارچ کو بعد نمازِ عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، فاضلِ جامعہ مولانا عبدالرؤف صاحب کی دعوت پر اُن کے مدرسہ جامعہ سیّدنا عمر بن خطاب قصور میں منعقد ہونے والی سالانہ تقریبِ دستار بندی و تقسیمِ اسناد میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے جہاں آپ نے دین کی بنیادی چیزیں سیکھنے پر زور دیا، قبل ازیں مولانا فہیم صاحب کے اصرار پر بعد نمازِ مغرب جامعہ تعلیم القرآن کھڈیاں خاص میں حضرت نے اتباعِ سنت کی اہمیت پر جامع بیان فرمایا۔

۲۵/ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ/ ۲۵/ مارچ ۲۰۱۷ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں سالانہ امتحانات منعقد ہوئے اور ۲/ رجب المرجب سے جامعہ میں سالانہ تعطیلات ہوگئیں۔

۲۶/ مارچ کو بعد نمازِ مغرب جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد صاحب منور مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات فرمائی۔

۲۲/ رجب ۱۴۳۸ھ/ ۲۰/ اپریل ۲۰۱۷ء کو اِمتحانی مرکز جامعہ مدنیہ جدید میں وفاق المدارس کے سالانہ اِمتحانات منعقد ہوں گے جس میں جامعہ کے کل 173 طلباء شرکت کریں گے۔

بسلسلہ تاسیس جمعیت
7,8,9 اپریل 2017
صد سالہ عالمی اجتماع
بسلسلہ تاسیس جمعیۃ
صد سالہ عالمی اجتماع
بمقام
رائل ہومز سٹی
اضاخیل (نوشہرہ)
7 جمعہ
8 ہفتہ
9 اتوار
اپریل 2017ء
حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ
صدر جمعیۃ علماء ہند
زیر سرپرستی حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ
امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان
حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی مدظلہ
ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند
زیر نگرانی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب
ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام
ڈپٹی چیئرمین سینٹ آف پاکستان
حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ
جانشین شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا
جس میں دنیا بھر سے جید علماء، خصوصاً امام حرم مکی، جمعیۃ علماء ہند کے رہنما، اسلامی ممالک کے سفراء، عالمی تنظیموں کے نمائندگان اور ملک بھر سے لاکھوں کی تعداد میں جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنان، قائدین شرکت کریں گے
جمعیۃ علماء اسلام

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

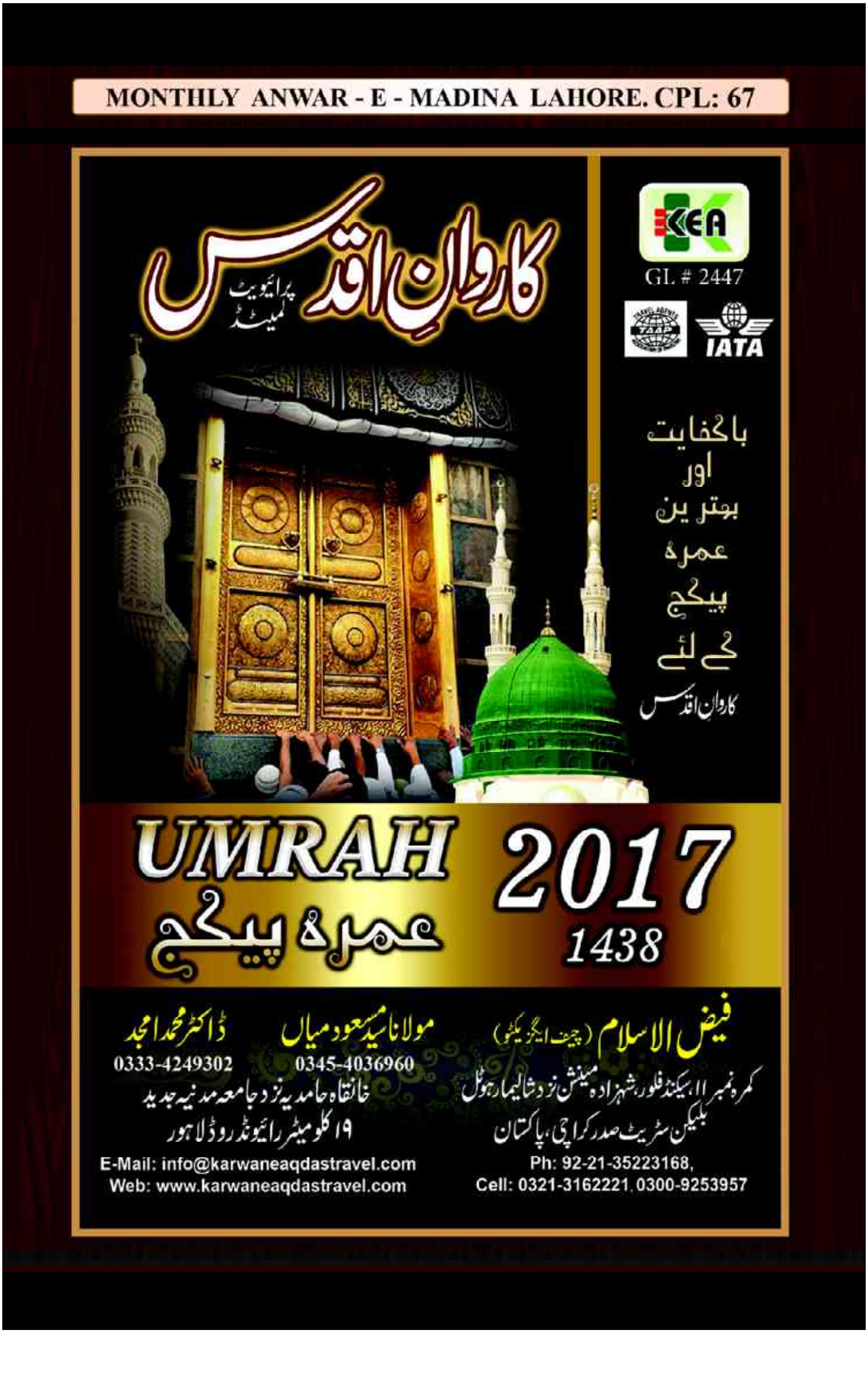
MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
GL # 2447
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH 2017
عمرہ پیکج
1438
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com